اجراء حسبِ ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی قدس سرہ

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر: ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۶ | شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ | فروری ۲۰۲۵ء | شمارہ ۲

ومضان فی رمضان

(انوارِ رمضان) (قسط اوّل)

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ = ۷۵/ روپے | زر سالانہ = ۹۰۰/ روپے

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس

۲۰/۱۳ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ) لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

35422213
35433049

پتہ دفتر

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وعظ

ومضان فی رمضان

(قسط اوّل)

(انوارِ رمضان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وعظ ۲۴ شعبان ۱۳۳۸ھ بروز جمعہ جامع مسجد تھانہ بھون میں بیٹھ کر فرمایا۔ جسے خواجہ عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ مجذوب صاحب نے قلمبند فرمایا۔ حضرت نے اس وعظ کا نام ومضان فی رمضان رکھا جس کے معنی ہیں رمضان کے انوار یعنی رمضان المبارک کا مہینہ سراپا انوار ہے کیونکہ اس میں پانچ عبادات مشروع ہیں روزہ، تراویح، اعتکاف، لیلۃ القدر کی شب بیداری، اور تلاوت قرآن کریم۔ ان سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے انسان معصیت سے بچتا ہے۔

نوٹ: پیشتر حضرت والا نے جمعہ کے دوسرے خطبہ کے ختم کے قریب رمضان المبارک کے متعلق ایک مختصر سی تقریر فرمائی جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے اس کے بعد نماز سے فارغ ہوکر مستقل وعظ فرمایا وہ مختصر تقریر اور مفصل وعظ بالترتیب نقل کئے جاتے ہیں۔

نوٹ: وعظ کی طوالت کے پیش نظر دو قسطوں میں طبع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

خلیل احمد تھانوی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
①	تقریر قبل وعظ	۷
②	تمہید	۹
③	ماہ رمضان کا اہتمام	۱۰
④	معصیت کے آثار	۱۲
⑤	معرفت کا مدار	۱۴
⑥	نور طاعت	۱۶
⑦	محبت کا اثر	۱۸
⑧	عین الیقین کی مثال	۱۹
⑨	ظلمت معصیت	۲۰
⑩	نور کی حقیقت	۲۳
⑪	غلبۂ عشق کا انجام	۲۴
⑫	مولانا یعقوبؒ صاحب کی ذہانت	۲۶
⑬	ایک دنیا کی تابید اور ایک آخرت کی تابید	۲۷
⑭	مردود ابدی	۲۷
⑮	طلب صادق کا اثر	۲۸
⑯	مقام صدیق رضی اللہ عنہ	۳۰
⑰	قبر میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۱
⑱	عبدیت کا خاصہ	۳۳
⑲	عشاق کی شان	۳۵

⑳..........	ہماری دھوکہ دہی..	۳۷
㉑..........	عاشق حقیقی کا حال..	۳۸
㉒..........	مساوات اسلامی کا سبق..	۳۸
㉓..........	حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت وفراست..................	۳۹
㉔..........	لطافتِ طبع..	۴۰
㉕..........	حق پرستی..	۴۱
㉖..........	اسلام دوستی..	۴۲
㉗..........	تکبر کی صورت..	۴۳
㉘..........	قدرت کا کرشمہ..	۴۵
㉙..........	خدا کا مقابلہ..	۴۷
㉚..........	اخبار الجامعہ..	۴۸

تقریر قبل وعظ

روزہ کے حقوق

صاحبو! ہم لوگوں کو خوش ہونا چاہیے کہ رمضان المبارک کا مہینہ آرہا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ روزہ کتنی بڑی عبادت ہے اور یہ مہینہ کس قدر بابرکت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ روزہ کے حقوق ادا کرنے کا بہت اہتمام رکھیں اور ہمیشہ اس کے حقوق ادا کرتے رہیں ۔ رمضان المبارک کے ختم تک اس کا خاص طور سے خیال رکھیں کہ کوئی گناہ سرزد نہ ہونے پائے ۔ بالخصوص ،غیبت ، بری نگاہ، حرام روزی بالکل ہی چھوڑ دیں گو یہ گناہ ہمیشہ ہی برے ہیں اور ان کو ہمیشہ ہی کے لئے چھوڑ دینا چاہیے، مگر رمضان میں بالخصوص ان سے اور زیادہ بچنا چاہیے۔

ایک عبادت رمضان المبارک کی تراویح ہے ۔ اس میں پریشان نہ ہوں کہ صاحب گرمی میں کھڑا نہیں رہا جاتا ۔ ابھی تو بفضلہٖ راتوں کو ٹھنڈ رہتی ہے اور اگر کچھ مشقت بھی ہو تو کیا ہے ۔ یہ رمضان المبارک کی خاص عبادت ہے ۔ آخر دنیا کے واسطے بھی تو کتنی کتنی مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ صرف ایک گھنٹہ کا کام ہے پھر تھوڑی تھوڑی دیر بعد سلام پھیرتے رہتے ہیں اور ہر چار رکعت کے بعد آرام کے لئے وقفہ ملتا رہتا ہے۔ اس میں پنکھا کرلیا کریں۔ لیکن امام کے ساتھ فوراً نماز میں شامل ہو جانا چاہیے۔ یہ نہیں کہ جب امام رکوع میں جانے لگا تب شریک ہوئے ۔ غرض اس مبارک مہینہ میں نہایت خوشی کے ساتھ اور نہایت رغبت اور شوق کے ساتھ عبادت کرنی چاہیئے اور جتنے گناہ ہیں سب کو چھوڑ دینا چاہیے یہ اجمالاً حقوق ہیں رمضان المبارک کے۔

باقی اس سے قبل کا حق یہ ہے کہ چاند کی تحقیق کی جائے۔ سو اب تک جو تحقیق ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شعبان کی پہلی بدھ کی روز تھی ۔ تو بدھ بدھ ۲۹، لہٰذا بدھ کے روز چاند کی تلاش چاہیے۔ بدھ کے دن چاند کو دیکھیں۔ اگر نظر آ جائے تو دوسرے دن سے روزے رکھیں۔ اور تراویح اسی دن سے شروع کر دیں۔ ورنہ ۳۰ دن پورے کر کے شروع کریں یہ ہے حکم چاند کے متعلق۔

لیکن جو کوئی چاند دیکھے وہ مدرسہ میں اطلاع کر دے کیونکہ بہت سے مسائل ایسے باریک ہیں جن کو اہل علم ہی جانتے ہیں۔ لہٰذا خود اپنی تحقیق پر عمل نہیں چاہیئے۔۔ کسی عالم کے فتویٰ کے موافق عمل کرنا چاہیے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ شعبان کی پہلی منگل کو تھی تو پھر چاند منگل کی شام کو بھی دیکھنا چاہیے۔ بہر حال یہ چاند کے احکام ہیں اور وہ جو میں بیان کر چکا ہوں اجمالاً روزہ کے حقوق تھے۔

میں نے اس واسطے اتنے جملے اس وقت کہہ دیئے ہیں کہ بعد نماز کے شاید بعض بیچارے چلے جاویں۔ ورنہ اگر بعد نماز کے بھی ٹھہرنا ہو تو بیان کا بھی ارادہ ہے۔ جس کا جی چاہے سننے کے لئے ٹھہر جائے اور جو اس وقت حاضر نہیں ہیں ان کو بھی یہ احکام پہنچاویں۔ خصوصاً عورتوں کو غیبت سے بچنے کی اور نماز کی پابندی کی ذرا زیادہ تاکید کر دیں۔ یہ غیبتیں بہت کرتی ہیں اور اپنے روزوں کو تباہ کرتی ہیں۔ اور اکثر نماز کی بھی پابند کم ہوتی ہیں۔ خوب اچھی طرح سمجھا دیں کیونکہ مردوں کے ذمے ان کا حق ہے۔ سمجھا بھی دیں اور جب خلاف کریں ٹوک بھی دیں کہ دیکھو تم نے کیا کہا تھا اور اب تم کیا کر رہی ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ ماثورہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَبَارَكْ وَسَلَّمْ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ①

تمہید

یہ سب کو معلوم ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ قریب آ پہنچا ہے۔ لہٰذا مناسب بلکہ واجب ہے کہ رمضان المبارک کے متعلق کچھ ضروری مضامین بیان کر دیئے جائیں اور وہ مضامین مختلف ہیں۔ ایک قسم تو ان مضامین کی ہے فضائل رمضان المبارک کے۔ ایک قسم ہے آداب رمضان المبارک کے۔ ایک قسم ہے حقوق رمضان المبارک کے۔

① ’’(وہ تھوڑے دن) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لیے (ذریعۂ) ہدایت ہے اور (دوسرا وصف) واضح الدلالۃ ہے منجملہ ان (کتب) کے جو (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے سو جو شخص بیمار ہو یا سفر میں تو دوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار (کر کے ان میں روزہ رکھنا (اس پر واجب) ہے اللہ تعالیٰ کو تمھارے ساتھ (احکام میں) آسانی کرنا منظور ہے اور تمھارے ساتھ (احکام و قوانین مقرر کرنے میں) دشواری منظور نہیں اور تا کہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کر لیا کرو (کہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور تا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (وثنا) بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو (ایک ایسا) طریقہ بتلا دیا (جس سے تم برکات وثمرات صیام رمضان سے محروم نہ رہو گے) اور (عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت اس لیے دیدی) تا کہ تم لوگ (اس نعمت آسانی پر اللہ کا) شکر ادا کیا کرو۔

حقوق اور آداب میں میں نے اپنی اصطلاح کے موافق یہ فرق رکھا ہے کہ حقوق تو وہ ہیں جو واجب ہوں اور آداب وہ ہیں جو غیر واجب ہوں لیکن میں آسانی تعبیر ① کے واسطے ایک قسم کا نام آداب رکھتا ہوں اور ایک کا حقوق۔ غرض یہ کہ رمضان المبارک کے متعلق مضامین مختلف ہیں۔ اب دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ کون سا مضمون زیادہ ضروری ہے اس کو مقدم رکھا جائے اور اگر وقت رہے تو دوسرے مضامین کے متعلق بھی بیان کر دیا جائے ورنہ ضروری امر تو فوت نہ ہو۔ تو ان تینوں قسموں کی شان اور درجہ میں غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ سب سے زیادہ ضروری کون سی قسم ہے یعنی یہ ظاہر ہے کہ جو حقوق واجب ہیں وہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں لہٰذا ان کے متعلق جو مضمون ہوگا وہی سب سے زیادہ ضروری ہوگا کیونکہ حقوق کے فوت ہونے سے مضرت ② ہے اور آداب کے فوت ③ ہونے سے مضرت نہیں گو منفعت ④ میں کمی واقع ہو جائے اور تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مضرت کا دفع ⑤ کرنا زیادہ ضروری ہے بہ نسبت منفعت کے حاصل کرنے کے۔ تو حقوق کا آداب سے زیادہ ضروری ہونا اور زیادہ اہم ہونا اس طرح ثابت ہوا۔

رہا فضائل کا درجہ۔ سو وہ دراصل ترغیب کے لئے موضوع ہیں۔ تو یہ شعبہ علم کے باب میں سے ہے نہ کہ عمل کے اور حقیقت میں مقصود علم سے بھی عمل ہی ہے۔ عمل ہی کی اعانت کے واسطے فضائل کا علم ظاہر کیا جاتا ہے تا کہ عمل کی رغبت پیدا ہو۔ کیونکہ طبیعتیں ضعیف ⑥ ہیں محض امر اور نہی عمل کے لئے محرک نہ ہوتے۔ ان کی تاثیر میں قوت پیدا کرنے کے لئے شارع نے طریقہ اعانت کا یہ رکھا کہ ترغیب اور ترہیب ⑦ سے بھی کام لیا۔ یعنی رغبت دلا کر اوامر پر ابھارا اور خوف دلا کر نواہی سے روکا۔ تو حقیقۃً فضائل ترغیب کے لئے بیان کئے جاتے ہیں جن کا تعلق علم سے ہے۔ اور اس علم سے بھی مقصود عمل ہے پھر عمل میں بھی دو درجے ہیں ایک درجہ کا تعلق تو آداب سے ہے اور ایک درجہ کہ تعلق حقوق سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ علم وعمل میں مقصود حقوق کا اہتمام ہے۔

ماہ رمضان کا اہتمام

تینوں قسموں میں اہم اور اقدم یہی ⑧ ہوا یعنی حقوق کا اہتمام۔ لہٰذا میں اس

---

① سمجھانے کی غرض سے ② نقصان ہے ③ ضائع ہونے سے ④ فائدہ ⑤ نقصان سے بچنا زیادہ ضروری ہے
⑥ کمزور ⑦ رغبت اور خوف کا اہتمام کیا ⑧ تینوں حقوق میں سے سب سے زیادہ قابل اہتمام حقوق ہوئے۔

وقت اسی مضمون پر اکتفا کرتا ہوں ۔ کیونکہ حقوق فی نفسہ بھی اہم ہیں۔ علاوہ اس کے ہم لوگ زیادہ کوتاہی ان ہی کے متعلق کرتے ہیں یعنی رمضان المبارک کے حقوق کی ہم کو پروا اور اہتمام نہیں۔

اس کے فضائل کا تو کم وبیش علم ہے بھی۔ تفصیلاً نہیں تو اجمالاً تو ضرور ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ رمضان المبارک بہت فضائل کا مہینہ ہے، بہت اجر کا مہینہ ہے، بہت عبادت کا مہینہ ہے، بہت برکت کا مہینہ ہے یہ سب جانتے ہیں۔ غرض بقدر ضرورت فضائل رمضان المبارک کا تو علم ہے بھی۔

رہے آداب، سو اول تو یہ اس درجہ کا ضروری مضمون نہیں جس درجہ کا حقوق کے متعلق مضمون ہے مگر خیر جس درجہ میں بھی مطلوب ہے اس پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھی کسی قدر اہتمام ہے یا یوں کہئے کہ اگر اہتمام نہیں تو علم تو ضرور ہے جہاں فضائل کا علم ہے آداب کا بھی کسی قدر علم ہے کیونکہ جب رمضان کے متبرک ہونے کا علم ہے اور متبرک چیز کے لئے ادب کا لحاظ عادۃً لازم ہے تو جب برکت کا اعتقاد ہوا تو ادب کی بھی ضرورت قلب میں پیدا ہوگئی۔ غرض اس کا بھی کسی درجہ میں اہتمام اور علم ہے گو وہ اجمال کے درجہ میں ہے لیکن بقدر ضرورت اس کے ساتھ بھی علم متعلق ہے۔

باقی رہے حقوق سوان کے متعلق نہایت درجہ کا اخلال ① واقع ہو رہا ہے علماً بھی اور عملاً بھی۔ یعنی اس طرف کبھی ذہن بھی نہیں جاتا کہ رمضان المبارک کے کچھ حقوق بھی ہیں۔ اس واسطے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان آنے سے لوگ زوائد کا تو اہتمام کرتے ہیں مثلاً دودھ کا بندوبست کر لیا جاتا ہے۔ صفائی کرالی جاتی ہے۔ کچھ برف کا انتظام سوچ لیا جاتا ہے۔ شکر، کھجوریں، تخم بالنگو وغیرہ جمع کر لیا جاتا ہے۔ یہ دیکھ لیتے ہیں کہ گھر میں لکڑی بھی ہے غسل وسل کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ یہ تو اہتمام ہوتے ہیں لیکن یہ کبھی ذہن میں بھی نہیں آتا کہ بھائی رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے، لاؤ غیبت سے بچنے کا کوئی انتظام کریں۔ یہ کہیں نہیں ہوتا کہ باہم مشورہ کر کے چند احباب نے یہ طے کر لیا ہو کہ اگر کوئی غیبت کرنے لگا تو ایک دوسرے کو روک دیا کرے۔ ٹوک دیا کرے اکثر دنیا کے کاموں میں تو ایک دوسرے سے اعانت ② کی جاتی ہے۔ دین کا کام ایسا

① بہت کوتاہی ہو رہی ہے ② مدد

آسان سمجھ رکھا ہے کہ اس میں کسی کی اعانت کی حاجت ہی نہیں سمجھی جاتی۔ اس کے لئے کبھی ذہن میں آتا ہی نہیں کہ آپس میں التزام کرلیں۔

کانپور میں ہم نے دیکھا کہ بعض محبین نے یہ التزام کرلیا تھا کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو ایک دو دن پہلے ایک دوسرے سے درخواست کرتے تھے اور آپس میں مشاورت کرلیتے تھے کہ جس کے منہ سے غیبت نکلے دوسرا فوراً روک دے کہ روزہ ہے۔ روزہ میں غیبت مت کرو لیکن ایسا التزام بہت ہی شاذ و [1] نادر ہے۔ بس یہ دیکھ لیجئے کہ میں نے ساری عمر میں اس قسم کا یہ ایک ہی جلسہ دیکھا ہے بہرحال ان لوگوں کو توجہ تو تھی۔

اسی طرح اس کا ذہن میں بھی کبھی خیال نہیں آتا کہ بھائی قرآن مجید سننے کا زمانہ آرہا ہے کوئی ایسا حافظ تلاش کرو جو اچھا اور صحیح پڑھتا ہو۔ بھائی اس کے پیچھے تراویح پڑھنی چاہیں جو تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھتا ہو۔ کلام مجید جس کو رمضان المبارک کے مہینہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ کیونکہ وہ نازل ہی اس ماہ مبارک میں ہوا ہے کبھی اس کے سننے میں بھی آپ کو اہتمام کی فکر ہوئی ہے بلکہ اہتمام تو ایسے سامان کا کیا جاتا ہے جس میں اور سستی بڑھے۔ اور اگر کوئی تجوید کے ساتھ پڑھنے والا حافظ تجویز کیا جاتا ہے تو مخالفت کی جاتی ہے کہ تراویح میں دیر لگے گی۔ کھڑا نہیں رہا جائے گا۔ غرض رمضان المبارک کے لئے پہلے سے اور تو سب اہتمامات اور انتظامات کئے جاتے ہیں کہ سحری میں یہ ہو۔ افطاری میں یہ ہو لیکن ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ اپنے نفس کو آمادہ کیا ہو کسی نے کہ میں مطلق غیبت نہ کروں گا یا گناہوں کے ترک کا عزم کیا ہو کہ میں بالکل گناہ نہ کروں گا۔ تو گویا رمضان المبارک کے حقوق کے باب میں بہت ہی زیادہ کوتاہی اور بہت ہی بے پروائی ہے عملاً بھی کوتاہی ہے۔ اور علماً بھی کوتاہی ہے اہتمام بھی حقوق کا کم ہے اور ان کا علم بھی کم ہے اس واسطے یہ مضمون ضروری ہوا۔

معصیت کے آثار

تو میں اس وقت رمضان المبارک کے حقوق کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔

آیت میں جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں ہر چند [2] مضمون فضائل رمضان کا ہے

---

[1] بہت کم دیکھنے میں آتا ہے [2] اگرچہ

لیکن میں اسی آیت سے حقوق رمضان کو مستنبط کرنا چاہتا ہوں۔ بعض مقدمات کی تمہید کے بعد ایک مقدمہ تو اجمالاً میری تقریر سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ رمضان المبارک کے چند حقوق ہیں۔ ان کا خلاصہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ جملہ معاصی ① کو ترک کرنا چاہئے خواہ وہ معاصی یوم ② کے متعلق ہوں یا لیل ③ کے متعلق ہوں۔ عبادت کے متعلق ہوں۔ یا عادت کے متعلق ہوں یا معاملات کے متعلق ہوں۔ یہ گویا خلاصہ ہے حقوق رمضان کا کہ کل معاصی کو ترک کردے۔ اس میں وہ امور بھی آگئے جن سے روزہ میں خلل ④ آجاتا ہے یا تراویح میں خلل آجاتا ہے۔ غرض سب معاصی سے احتراز ⑤ لازم ہے ایک مقدمہ تو یہ ہے جو خلاصہ ہے حقوق رمضان کا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ معصیت اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور اپنے اثر کے اعتبار سے بھی ایک قسم کی ظلمت اور تاریکی ہے حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی معصیت کے ان آثار سے جو بیان کئے ہیں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

ان آثار کا حاصل یہ ہے کہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے ایک سیاہ دھبہ اس کے قلب ⑥ کے اوپر پیدا ہوجاتا ہے اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ اس دھبہ کو صاف کردیتا ہے۔ اور اگر توبہ نہیں کرتا اور پھر عود کرتا ہے اس گناہ کی طرف اور اس پر اصرار کرتا ہے تو وہ دھبہ پھیلتا ہے۔ پھر پھیلتے پھیلتے وہ بہت بڑا ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ محیط ⑦ ہوجاتا ہے۔ سارے قلب کو پھر استشہاد ⑧ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ ⑨

اس کا ترجمہ مولانا نے کیا ہے

ہر گناہ زنگی ست بر مرأت دل — دل شود زیں زنگ ہا خوار و خجل
چوں زیادت گشت دل را تیرگی — نفس دوں را پیش کرد و خیرگی ⑩

---

① سب گناہوں کو ② دن ③ رات ④ روزے میں خرابی واقع ہوتی ہے ⑤ بچنا ⑥ دل ⑦ سارے دل کو گھیر لیتا ہے ⑧ بطور دلیل ⑨ ’’ہرگز ایسا نہیں بلکہ انکے دلوں پر انکے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے‘‘ سورۃ المطففین: ۱۴ ⑩ ’’ہر گناہ شیشہ کے مانند صاف دل پر ایک داغ ہے اور اس داغ سے دل ذلیل وخوار ہوتا ہے جب دل پر سیاہی زیادہ بڑھ جاتی ہے تو کمینہ نفس میں بے حیائی اور ظلمت میں اضافہ ہوجاتا ہے‘‘

اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اگر انسان تھوڑا سا بھی اپنے قلب کی طرف رجوع① کرے تو فقط یہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اس لئے بے شک سچ ہے بلکہ خود بھی مشاہدہ کر لیجئے اول تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے بعد ہم کو مشاہدہ کا انتظار ہی نہیں چاہئے کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر دے دینا ہمارے لئے مشاہدہ سے بھی بڑھ کر ہے لیکن تائید کے واسطے عرض کرتا ہوں کہ اگر ذرا بھی وسوسہ ہو تو خود مشاہدہ کر لیجئے اور اپنے قلب کی طرف رجوع کر کے اور اپنے قلب کو ٹٹول کر دیکھ لیجئے کہ گناہ صادر ہو جانے کے بعد قلب میں ظلمت محسوس ہوتی ہے یا نہیں۔

ممکن ہے اگر کوئی کہے کہ ہم تو رات دن گناہ کرتے ہیں ہمیں تو اپنے قلب میں کچھ بھی ظلمت محسوس نہیں ہوتی۔ جیسے کسی سرحدی دیہاتی نے ایک وعظ میں یہ سن کر بغیر وضو کے نماز ہی نہیں ہوتی یہ کہا تھا۔ بارہا کہ کردیم وشد۔ ہم نے تو بہت دفعہ بے وضو پڑھی اور ہوگئی۔ تو وہ جاہل حقیقت ہی نہ سمجھا تھا نماز کے ہونے کی۔ بس منہ میں جو آیا بک دیا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ ہم تو ہمیشہ گناہ کرتے ہیں ہمیں تو کچھ بھی ظلمت محسوس نہیں ہوتی۔ ہمارا قلب تو اچھا خاصا تر وتازہ رہتا ہے ویسا ہی خوش بہ خوش جیسے گناہ کرنے سے پہلے تھا ذرا بھی میلا نہیں ہوتا۔

تو میں اس کی تکذیب② تو نہیں کرتا لیکن یہ کہوں گا کہ وہ جھوٹ تو نہیں بولتا مگر دھوکا میں ضرور ہے وجہ یہ ہے کہ بے چارے غریب نے ظلمت کے مقابل جو چیز ہے یعنی نور اس کا بھی مشاہدہ ہی نہیں کیا۔ اسے کبھی احساس ہی نور کا نہیں ہوا۔

معرفت کا مدار

یہ مسلم مسئلہ عقلیہ ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے جس نے کبھی نور نہ دیکھا ہو وہ بے چارا کیا سمجھے کہ ظلمت کیا چیز ہوتی ہے؟ جیسے کسی نے تنگ کوٹھڑی میں پرورش پائی ہو تو اس کو کوٹھڑی کے اندر تنگی نہیں ہوگی۔

---

① دل کی طرف توجہ کرے ② جھٹلاتا تو نہیں۔

کیونکہ اسے خبر ہی نہیں کہ میدان فراخ کس کو کہتے ہیں اور فراخی کیسی ہوتی ہے۔

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں ست زمین و آسمان وے ہماں است ①

لیکن جس شخص نے میدان دیکھا ہوگا اگر اس کو کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے تو اس کی وحشت کا کچھ ٹھکانہ اور اس کی تنگی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ اسی طرح جس نے انوار کا مشاہدہ کیا ہوا گر اس کو ظلمات میں لا کر ڈال دیں تو اس کی وحشت کی کچھ انتہا نہ ہوگی اور اگر کسی نے ظلمت ہی ظلمت دیکھی ہو نور کبھی نہ دیکھا ہو اسے ظلمت سے کیا وحشت ہوسکتی ہے جس نے عمر بھر ظلمت میں پرورش پائی ہو وہ کیا جانے کہ نور کیسا ہوتا ہے اور انوار کس کو کہتے ہیں؟ جیسے مٹی کا کیڑا کہ چونکہ اس کو خوشبو کی خبر نہیں اس لئے بدبو کی بھی خبر نہیں اس لئے وہ خوشبو بدبو کا نام سن کر سوچتا ہے کہ خوشبو کیا چیز ہوتی ہے؟۔ پھول میں کیا بات ہوتی ہے جو سب لوگ اس کی تمنا کرتے ہیں اگر اس کے سامنے پھول لائے جائیں تو وہ تو یہی کہہ دے کہ ان میں کیا رکھا ہے ہم تو انہیں نہیں چاہتے۔ لوگ کہتے ہیں خوشبو خوشبو۔ ہماری سمجھ میں تو آتا نہیں کہ خوشبو بھی کوئی چیز دنیا میں ہے اور کہتے ہیں کہ پاخانہ میں بدبو ہوتی ہے۔ صاحب ہم تو عمر بھر سے اس میں رہتے ہیں ہمیں تو کبھی نہیں محسوس ہوئی۔ تو بھائی بات یہ ہے کہ بدبو کا احساس تو اُسی کو ہوسکتا ہے جس کو خوشبو کا ادراک ہو چکا ہو۔ تم کیا جانو کہ بدبو کیا چیز ہے کاش خوشبو کا ادراک بھی کبھی تمہیں ہوا ہوتا تو تم جانتے کہ پاخانہ میں زندگی بسر کرنا موت ہوجاتا۔ چونکہ ابتدائے ہوش سے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے معاصی میں مبتلا رہے ہو۔ ابتدا سے ظلمت ہی ظلمت دیکھی ہے نور کبھی دیکھا ہی نہیں تو یہ وجہ ہے کہ ظلمت کا ادراک نہیں ہوتا۔ یعنی ظلمت کا تو ادراک ہوتا ہے لیکن اس کے ظلمت ہونے کا ادراک نہیں ہوتا اس واسطے کہ جو ظلمت میں ہوگا اسے ظلمت مشاہد تو ہوگی لیکن یہ نہیں سمجھے گا کہ یہ ظلمت ہے کیونکہ اُس نے کبھی نور کو نہیں دیکھا۔ جس نے کبھی دھوپ نہ دیکھی ہو وہ سایہ کی حقیقت ہی نہیں جان سکتا۔ اس واسطے کہ سایہ مقابل ہے دھوپ کے۔ لہٰذا سایہ کی معرفت دھوپ سے ہوسکتی ہے اور دھوپ کی معرفت سایہ سے ہوسکتی ہے ایک کی معرفت کا مدار دوسرے کی معرفت پر ہے ② دونوں لازم ملزوم ہیں۔

حضرت یہاں تک اس قاعدہ کا اثر ہے کہ بعض اہل اللہ نے جن پر غلبہ ذکر کا تھا قسم کھا کر مدتوں بعد کسی غافل کے واقعہ کو دیکھ کر کہا کہ واللہ! ہم یہ نہ جانتے تھے کہ

① ''جو کیڑا پتھر میں پوشیدہ ہے اس کیلئے زمین و آسمان وہی ہے'' ② ایک کی پہچان دوسرے سے ہوتی ہے۔

دنیا میں کوئی غافل بھی ہے یہ گمان تھا کہ دنیا میں جتنے لوگ ہیں سب ذاکر ہیں۔ تو بات یہی ہے کہ چونکہ وہ ابتداء ہی سے ولی مادرزاد تھے ذکر ان کے لئے امر فطری ہو گیا تھا۔

جیسے حدیث میں اہل جنت کی صفت یہ آئی ہے يلهمون التسبيح كما يلهمون النفس ① تسبیح کا انہیں الہام ہوگا جیسے سانس بلا اختیار آتا ہے اسی طرح سبحان اللہ سبحان اللہ! یا اللہ یا اللہ بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کرے گا۔ کسی وقت غفلت طاری نہ ہوگی۔ بعض اولیاء کی شان دنیا میں بھی ایسی ہی رہی ہے کہ ان پر کبھی غفلت طاری نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ ذاکر ہی رہے اور چونکہ خود ہر وقت ذکر میں مشغول رہے انہیں اہل دنیا کی غفلت کا احساس ہی نہیں ہوا اور خبر بھی نہیں ہوئی کہ دنیا میں اہل غفلت بھی موجود ہیں۔ جب کسی کو معصیت ② میں مبتلا دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت متنبہ ③ ہوئے اور حیرت سے پوچھا کہ اللہ اکبر! کیا ایسے بھی لوگ دنیا میں ہوا کرتے ہیں جو حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوں۔

نورِ طاعت

غرض جب اہل نور نے اہل ظلمت کو نہ پہچانا تو اگر اہل ظلمت اہل نور کو نہ پہچانیں تو تعجب کیا۔ تو بہر حال معصیت کا ظلمت ④ ہونا محسوس نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے کبھی طاعت کے نور کو نہیں دیکھا۔ اگر نور طاعت کو کبھی دیکھ لیتا تب معلوم ہوتا کہ معصیت میں کیسی ظلمت ہوتی ہے اگر یقین نہیں آتا تو اس کو امتحان کر کے دیکھ لو۔ امتحان ہی کے طریقہ سے تھوڑے دنوں طاعت کر کے دیکھو زیادہ نہیں دو چار ہی دن سہی یا ایک ہی رات سہی مولانا رومی فرماتے ہیں۔

خواب را بگذار امشب ای پدر یک شبی بر کوی بی خوابان گذر ⑤

ایک دن تو ایسا کرو کہ رات کو سونا چھوڑ دو اور جاگنے والوں کے محلہ کو گزر جاؤ۔ تب تمہیں معلوم ہو کہ جاگنا کتنی بڑی دولت ہے جس کے سامنے سونے کی کوئی حقیقت نہیں اب تک تو تم نے یہی دیکھا کہ سونا کیا ہے۔ ایک دن جاگنا بھی تو دیکھ آؤ کیا ہے۔ تب معلوم ہو کہ ہم کتنے بڑے خسارہ میں ہیں اور کس قدر ٹوٹے میں ہیں غرض۔

---

① الصحیح لمسلم، الجنۃ ۱۸، ۱۹، ۱۰، مسند احمد ۳: ۳۵۴ ② گناہ ③ اس وقت خبر ہوئی ④ اندھیرا ⑤ ”اے لڑکے ایک رات سونے کو ترک کر دے اور کسی اللہ والے کے پاس ایک رات گزار لے اور ایک رات ان بے خوابوں کی گلی کا لطف دیکھ“

یک شبے در کوئے بے خواباں گزار ①

صرف ایک شب جا کر بے خوابوں کو دیکھ لو۔ یہ بھی نہیں کہتے کہ جا کر ان کے ساتھ عبادت کرلو۔ نہیں بلکہ صرف ان کی حالت ہی دیکھ لو۔ ان کے پاس کو ہی ہو کر گزر جاؤ۔ ان کے انوار تم پر منعکس ② ہونگے۔ اس وقت منکشف ③ ہوگا کہ ہم سراسر خواب میں ہیں سراسر غفلت میں ہیں۔ سراپا ظلمت ④ میں ہیں۔ بہرحال امتحان یہ ہے کہ تھوڑے دنوں طاعت اختیار کر کے دیکھ لو۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ طاعت میں کیسا نور ہے اور کیا کیفیت ہے؟ اور اس کیفیت کو ذہن میں محفوظ رکھ کر پھر اس حالت کے اثر کو ذہن میں مستحضر کرو۔ جو حالت غلبہ ہے ہماری یعنی معاصی۔ اس کے بعد جو کیفیت طاعت کی ذہن میں محفوظ ہے اس سے اس حالت غالبہ کے اثر کا موازنہ کرو اس وقت معلوم ہوگا ھل تستوی الظلمت والنور ⑤، کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ وہ نور تھا یہ ظلمت ہے وہ اور چیز تھی یہ اور چیز ہے۔ تو عبادت اگر خلوص سے نہ بھی کرو محض امتحان ہی کے لئے کرو جب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تفاوت محسوس ہونے لگے گا۔ اور اگر خلوص سے کہیں نصیب ہوگئی عبادت تب تو کچھ انتہا ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں امتحان ہی کے لئے کچھ دن عبادت کرلو۔ اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ اکابر کا ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امتحان کی نیت سے بھی عبادت کر لینا خالی نہیں حقیقت پر پہنچنے سے ایک درجہ میں۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش آزموں را یک زمانے خاک باش ⑥

یوں نہیں فرمایا۔

از خلوصے یک زمانے خاک باش ⑦

بلکہ یوں فرمایا ہے۔

آزموں را یک زمانے خاک باش ⑧

---

① ''اور ایک رات ان بے خوابوں کی گلی کا لطف دیکھ'' ② ان کے انوار تم پر اپنا عکس ڈال دیں گے ③ اس وقت یہ حقیقت کھلے گی کہ ہم سو رہے ہیں ④ اندھیری ⑤ کیا نور و ظلمت برابر ہیں ⑥ ''برسوں تو تم دلخراش پتھر (متکبر) بنے رہے، آزمائش اور امتحان کی نظر سے کچھ دن خاک بن کر دیکھ لو'' ⑦ ''خلوص سے ایک زمانہ خاک بن جاؤ (تواضع اختیار کرو)'' ⑧ ''ایک زمانہ بطور آزمائش کے خاک بن کر دیکھ لو''

یعنی خلوص سے توفیق طاعت نہیں تو امتحان ہی کے لیے کچھ روز خاک بن کر دیکھ لو پتھر تو بہت دنوں بن کر دیکھا۔ لیکن کیا دیکھا۔ کچھ بھی نہیں اب کچھ روز خاک بن کر بھی دیکھو تفاوت معلوم ہوگا کیا معلوم ہوگا؟ یہ معلوم ہوگا۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ   خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ①

تفاوت یہ معلوم ہوگا کہ مدتوں پتھر رہے تھے لیکن کبھی ایک پھول بھی نہ کھلا لاکھوں بارشیں ہوتی رہیں خاک بن کر دیکھا تو بس ایک بارش ہی کافی ہوگئی طرح طرح کے پھول کھل گئے۔ تمام میدان معطر و معنبر ہوگیا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ۔

آزموں را یک زمانے خاک باش②

امتحان ہی کے لئے کچھ روز خاک بن کر دیکھو تو معلوم کیا آپ نے تفاوت معلوم کرنے کا طریقہ۔

محبت کا اثر

اس طرح سے اگر امتحان کیا جائے گا تو ظلمت اور نور میں تفاوت③ معلوم ہو جائے گا۔ اور اس وقت معلوم ہوگا کہ واقعی معصیت سخت ظلمت ہے۔ چنانچہ جن کو نور نصیب ہوگیا ہے ان کا خود مشاہدہ ہے کہ جن گناہوں سے پہلے مدتوں تک پریشانی تو کیا ہوتی حظ④ حاصل ہوتا رہا اور جن گناہوں میں مدتوں مشغول رہنے سے بھی حس⑤ نہیں ہوتا تھا۔ پریشانی کا آج عزم⑥ تو کیا ان کا حدیث النفس⑦ بھی ہونے لگتا ہے تو بے انتہا پریشان ہو جاتا ہے اور یہ حالت ہو جاتی ہے جس کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بر دل سالک ہزاراں غم بود   گرز باغ دل خلالے کم بود⑧

ایک تنکا بھی اگر باغ دل میں کم ہو جاتا ہے تو بس پوچھو مت کیا حالت ہوتی ہے لیکن یہ پریشانی اسی کو محسوس ہوتی ہے جو سالک ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ جس کی عصر کی نماز جاتی رہی فکانما وتر مالہ و اھلہ ، وہ لٹ گیا اس کا سارا مال و دولت چھن گیا تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اوروں کو تو علم الیقین کے ذریعہ

---

①''موسم بہار میں پتھر کب سرسبز ہوتے ہیں خاک ہو جاؤ تو رنگ برنگ کے پھول اگیں گے''②''بطور آزمائش کچھ عرصہ کے لئے خاک بن جاؤ''③فرق④ مزہ آتا تھا⑤ احساس ⑥ ارادہ⑦ دل میں احساس ہونے لگا ⑧''سالک کے دل میں ہزاروں رنج وغم صادر ہوتے ہیں اگر باطنی حالت میں ذرا برابر کمی ہوتی ہے''۔

سے صادق معلوم ہوتا ہے لیکن اہل اللہ اس ارشاد کو عین الیقین ① کے ذریعہ سے سچ جانتے ہیں اور اہل اللہ کی تو بڑی شان ہے۔ ہم لوگوں کو جن کو نہ کچھ علم ہے نہ ادراک ہے البتہ فھو منھم میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی کی برکت سے ان حضرات کا ایک چھینٹا ہم پر بھی پڑ گیا ہے اور ایک حالت تمیز کی پیدا ہوگئی ہے۔

عین الیقین کی مثال

اس وقت ایک نظیر ② یاد آ گئی۔ حدیث شریف میں عشاء کے بعد بات چیت کرنے کی ممانعت اور کراہت آئی ہے۔ اس کا اعتقاد تو تھا طالب علمی کے زمانہ میں لیکن ذوقاً اس کا درجہ مضرت نہیں معلوم تھا اس وقت اس فعل سے وحشت عقلی تھی طبعی نہ تھی۔ اور اب یہ کیفیت ہے الحمد للہ کہ عشاء کے بعد اگر کوئی سامنے بھی آ کھڑا ہوتا ہے تو سچ جانیے اس قدر غصہ آتا ہے کہ گولی ماردوں۔ کیوں غصہ آتا ہے اب میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ بس ان حضرات کی صحبت کا اثر ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ولیکن مدتے با گل نشستم ③

لیجئے اتنی تمیز تو اندھے ہونے پر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ہم اندھے ہیں لیکن اتنا حس تو ہمیں بھی ہونے لگا ہے اور واقعی بعضے اندھوں کو دیکھا ہے کہ ٹٹو لنے سے بیل کا رنگ بتا دیتے ہیں یعنی کمر پر ہاتھ پھیرا اور بتلا دیا کہ سفید ہے گویا باصرہ ④ صحیح نہیں لیکن مس کرتے کرتے لامسہ ⑤ میں بھی باصرہ مودع ہو گیا اور ودیعت ہو گیا۔ گو آنکھیں درست نہیں لیکن چھوتے چھوتے تکرار اتصال کی برکت سے ہاتھوں ہی میں آنکھوں کی صفت پیدا ہوگئی کہ ٹٹولنے سے رنگ محسوس ہونے لگا۔

اسی طرح حضرات اہل اللہ کی صحبت میں رہتے رہتے ہمیں بھی کچھ کچھ محسوس ہونے لگا ہے کہ ہاں واقعی عشاء کے بعد جاگنا بڑی وحشت اور کراہت کی چیز ہے تو میں نے یہ ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ پس جب اہل اللہ کی صحبت سے کچھ تھوڑی بہت تمیز ⑥ ہم لوگوں میں بھی ہونے لگی کہ پہلے جو علم الیقین تھا وہ پھر گویا آنکھوں سے نظر آنے لگا تو جو

---

① کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں ② مثال ③ ’’لیکن ایک عرصہ تک پھول کے ساتھ نشست وصحبت رہی‘‘ ④ دیکھنے کی طاقت درست نہیں ⑤ لیکن چھوکر محسوس کرتے کرتے چھونے میں بھی دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ⑥ تھوڑا بہت احساس۔

پوری پوری اطاعت کرے گا وہ تو کیوں نہ دیکھ لے گا کہ واقعی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وتر اھله وماله ① وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ٹھیک تو پہلے بھی مانے ہوئے تھا لیکن اب خود اپنی آنکھوں سے نظر آ گیا۔ اور اس کو مشاہدہ ہو گیا کہ واقعی میں لٹ گیا اسی کو کہتے ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ

بر دل سالک ہزاراں غم بود گرز باغ دل خلالے کم بود②

تو یہ گویا مضرت ہے معاصی③ کے درمیان میں اور یہ گویا ضرر ہے نافرمانی کے درمیان میں لیکن یہ ضرر اسے محسوس ہوتا ہے جو کبھی طاعت کے نفع کا مشاہدہ کر چکا ہو۔ تو گویا انعکاس سے انوار کے تھوڑا بہت احساس ظلمت کا ہونے لگتا ہے تو بہر حال کیا اس کا امتحان ممکن نہیں ہے۔ اس امتحان سے بھی محسوس ہونے لگتا ہے کہ واقعی معصیت کے درمیان میں پریشانی ہوتی ہے پریشانی اس کو اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگتی ہے۔

تو اس کو میں بیان کر رہا تھا کہ یا تو گناہوں میں مدتوں مشغول رہنے پر بھی پریشانی کا احساس نہ ہوتا تھا یا طاعت اختیار کرنے کے بعد آج حدیث النفس④ ہونے سے ہی بے حد غم اور پریشانی لاحق ہو جاتی ہے اور جو ابتداء ہی سے طاعت میں مشغول ہیں ان کی حالت تو پوچھو ہی مت۔ معصیت کے دیکھنے ہی سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ خود ارتکاب بھی نہیں کیا۔ دوسرے مرتکب ہی کو دیکھ کر یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک بزرگ تھے انہوں نے کسی کو کہیں معصیت⑤ میں مبتلا دیکھ لیا۔ گھر جو گئے اور پیشاب جو کیا تو دیکھا کہ بجائے پیشاب کے خون آتا ہے اس قدر کلفت اور تکلیف انہیں ہوئی محض معصیت کے ارتکاب کو دیکھنے سے معصیت کے ارتکاب کو دیکھ کر ہی اس قدر دل گیر⑥ ہوئے کہ پریشانی میں پیشاب کی راہ سے خون آنے لگا۔ خود ارتکاب تو بڑی چیز ہے۔ حضرات اہل اللہ تو دوسرے کو مرتکب دیکھ کر بھی بے حد پریشان ہوتے ہیں اسی واسطے بھاگتے ہیں مخلوق سے کہ اہل ظلمت کے دیکھنے سے بھی انہیں تکلیف ہوتی ہے۔

ظلمت معصیت

دوسرا مقدمہ یہ ہوا کہ معصیت کے درمیان میں ظلمت ہے تو ایک مقدمہ تو میں

---

①اس کا مال واولاد لٹ گئی ②''سالک کے دل میں ہزاروں رنج وغم صادر ہوتے ہیں اگر باطنی حالت میں ذرا برابر کمی ہوتی ہے''③ یہ ہے گناہوں کا نقصان ④دل میں خیال آنے سے ہی جس کو وسوسہ کہتے ہیں ⑤ گناہ ⑥دل پریشان ہوا۔

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رمضان المبارک کے حقوق کا حاصل ترک معصیت ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ ہوا کہ معاصی جو ہیں وہ ظلمت ہیں اور تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے فرار کرتی ہے۔ یہ قاعدہ عقلی ہے یعنی ظلمت نور سے بھاگتی ہے اور نور ظلمت سے مرتفع① ہو جاتا ہے۔ اور ہر چند کہ ہر ضد میں احتمال ہے دوسری ضد کے رافع ہونے کا لیکن بعض اضداد میں بعض خارجی دلائل سے یہ خاصیت زیادہ پائی جاتی ہے اور یہ امر مشاہدہ سے متعین ہے کہ ایک ضد پر یہ خاصیت رافع② ہونے کی زیادہ صادق آتی ہے اور ایک ضد پر کم۔ یعنی مثلاً نور اور ظلمت ہے محض تضاد کی بناء پر تو نور سے ظلمت رفع ہو جاتی ہے اور ظلمت سے نور مرتفع ہو جاتا ہے کیونکہ فی نفسہٖ دونوں میں صفت ارتفاع یکساں ہے لیکن اگر غور سے مشاہدہ کیا جائے تو نور میں زیادہ قوت رفع کی ہے اور ظلمت میں کم قوت ہے۔ نور میں تو اس قدر قوت ہے کہ ظلمتیں چاہے کتنی ہی جمع ہو جائیں نور ان کا دافع ہو جاتا ہے۔ ظلمت میں یہ خاصیت نہیں۔ البتہ ظلمت میں یہ خاصیت ہے کہ اگر اسباب ظلمت کے جمع ہو جائیں تو وہ نور کے ساتر ہو جاتے ہیں مزیل③ نہیں ہوتے تو نور تو رافع ظلمت ہے اور ظلمت ساتر نور④ ہے اپنے اسباب کے اعتبار سے۔

دیکھئے چراغ جس وقت جلایا جاتا ہے تو اس کا نور تو مکان کی تاریکی کو رفع کر دیتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے مکان میں تاریکی گھس ہی نہیں سکتی۔ جب تک چراغ گھر میں موجود ہے تاریکی کے آنے کی مجال نہیں۔ باقی ظلمت تو خاصیت فی نفسہ تو اس کی بھی یہی ہے کہ وہ نور کو مرتفع کر دیتی ہے لیکن قضیہ شرطیہ ہی کے درجہ میں رہی کہ ''اذا جاءت الظلمۃ ارتفع النور⑤ لیکن مقدم ہی کا وجود نہیں۔ اس لئے کہ یہی ممکن نہیں کہ نور کے ہوتے ہوئے ظلمت آئے۔ البتہ اگر کسی تدبیر سے اور کسی طریق سے آسکے تو وہ حکم صحیح ہوگا۔ مگر وہ براہ راست آتی ہی نہیں۔ البتہ اس کا کوئی سبب ایسا ہو جو نور کا ساتر بن جائے تو ظلمت اپنے سبب کے واسطہ سے نور کی ساتر ہو جاتی ہے۔ جیسے کوئی چراغ روشن ہے۔ اس کے اوپر کسی نے آکر ہنڈیا رکھ دی تو ظلمت بواسطہ ظرف⑥ کے ظاہر ہوئی اور اصل میں ظرف صرف ساتر ہو گیا نور کا۔ تو ظرف سبب ہے ظلمت کا۔ اس کے واسطے

---

① ظلمت کی وجہ سے نور میں کمی آتی ہے ② اثر اٹھانے کی خاصیت ③ نور کو چھپا دیتے ہیں زائل نہیں کرتے ④ نور ظلمت کو دفع کرنے والا ہے اور ظلمت نور کو چھپانے والی ہے ⑤ ''جونہی ظلمت آئی نور اٹھ گیا'' ⑥ اندھیرا اس برتن کے ڈھکنے سے طاری ہو گیا وہ ڈھکن روشنی کو پھیلنے سے روکنے کا باعث ہو گیا۔

سے ظلمت نمودار ہوئی۔ یہ نہیں ہوا کہ ظلمت نے بالکل رفع کر دیا ہو نور کو صرف ظرف ساتر ① بن گیا نور کا۔ اور جہاں تک احاطہ اس ظرف کا ہے وہاں تک ساتر ہے حد سے اور جو حد سے خارج ہے وہاں تک ساتر نہیں۔ چنانچہ ہنڈ یا دائرہ کی شکل ہے تو ہنڈیا کے ادھر ادھر تو ستر ہے نور کا لیکن دائرہ کے اندر اندر وہ ظرف حائل نہیں۔ بلکہ اندر تو اور زیادہ نور بڑھ گیا ہے کیونکہ نور کا خاصہ ہے کہ جتنا اس کی شعاعوں کو محدود کرتے جایئے اتنا ہی اس کی قوت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ البتہ ہنڈیا کے باہر نور کو زائل کہئے یا مستور کہئے یا مضمحل کہئے وہاں البتہ وہ مضمحل ہو گیا ہے۔ باقی نور کو اس کی حاجت نہیں کہ کسی سبب کے واسطہ سے پھیلے یہ نہیں ہے کہ خود نور کے علاوہ کوئی اور سبب نور ہو۔ بخلاف ظلمت کے جو اپنے اثر رفع نور میں سب کی محتاج ہے جیسے کہ ہنڈیا کی مثال سے واضح ہو چکا ہے یعنی چراغ پر جو ظرف ② کو رکھا گیا تو جس حد تک وہ ظرف مظلم ③ تھا وہیں تک ظلمت پھیل سکی اور جو اس کی حد سے باہر تھا وہاں ظلمت نہ پہنچ سکی۔

یوں سمجھئے کہ دو طرفیں ہیں ④ اس کی حد کی۔ ایک تو باہر کی طرف اور ایک اندر کی طرف۔ باہر کی طرف جو حد ہے یعنی جو اس کی محیط ہے ⑤ وہاں سے تو نور کو دفع کر سکا۔ اور جو حد اندر کی طرف ہے وہاں سے نور کو زائل نہ کر سکا۔ یہاں تو وہ ظرف اس نور کو ایک حد خاص تک دفع کر سکا۔ باقی نور میں ایسی قوت ہے کہ وہ ساتر ظلمت یا مزیل ظلمت حد کے اندر اندر تک نہیں۔ یہ نہیں کہ جہاں تک چراغ ہو وہاں تک تو نور ہو اور جہاں تک چراغ نہ ہو وہاں تک نہ ہو۔ نہیں! بلکہ نور اپنی شعاعوں سے نورانی کرتا ہے اور وہ خاص اس حد تک جس حد تک چراغ ہے۔ البتہ اگر کسی وجہ سے کہیں شعاع نہ پہنچی تو وہاں البتہ ظلمت رہے گی لیکن پھر بھی اس کی شعاعیں وہ چیز ہیں کہ جس حصہ میں ظلمت ہے وہاں بھی ظلمت محضہ نہیں ہے بلکہ ایسی ظلمت ہے کہ مرکب ہے نور ظلمت سے جس سے وہ نور ضعیف ہو گیا جس کو ظل ⑥ کہتے ہیں۔ چنانچہ سایہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ ایک کیفیت ہے جو مرکب ہے ظلمت اور نور سے۔

---

① چھپانے والا ② برتن ③ جہاں تک اندھیرا کر سکتا تھا کیا ④ دو جانبیں ہیں ⑤ ظرف کے جس حصہ نے اس نور کو گھیرا ہوا ہے تو اس کے باہر تو اندھیرا ہوگا اندر نہیں ⑥ سایہ۔

بہرحال یہ تو سائنس کا مسئلہ ہے جو فن کے طور پر ذہن میں آ گیا۔ اس مضمون سے جو میں بیان کر رہا تھا اس کا کچھ زیادہ تعلق نہیں لیکن کچھ تعلق ضرور ہے کیونکہ طاعت جو نور ہے اور معصیت جو ظلمت ہے ان میں سے بھی ہر ایک کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے نور طاعت کا تو یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ ظلمت معصیت کو دور کر دیتا ہے اور ظلمت معصیت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر ظلمت معصیت ہو تو نور طاعت کا اثر کم ہوتا ہے۔ صرف اس قدر تعلق ہے اس مضمون سے۔

مگر مقصود اصلی یہ فرع بیان کرنا نہیں بلکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ ظلمت اور نور میں تضاد ① ہے یعنی نور جو ہے وہ ظلمت کا رافع ہوا② کرتا ہے۔ یہ گویا تیسرا مقدمہ ہوا میں ان تینوں مقدمات کا مختصراً پھر اعادہ کرتا ہوں۔ پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ رمضان المبارک کے حقوق یہ ہیں کہ جملہ معاصی کو ترک کر دے۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ معصیت ظلمت ہے۔ تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ نور رافع ظلمت ہے۔

نور کی حقیقت

ان تینوں مقدمات کے بعد اب سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اس آیت میں جو میں نے تلاوت کی ہے رمضان المبارک کے حقوق کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں رمضان المبارک کی ایک خاص فضیلت بیان فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مہینہ نورانی ہے۔ چنانچہ نورانی ہونا اس کا ابھی مذکور ہوگا۔

اب ان مقامات کو مستحضر کر لیجئے کہ نور کی خاصیت ہے دفع ظلمت ③ جب نور کی خاصیت دفع ظلمت ٹھہری تو اس کا مقتضی یہ ہوا④ کہ ظلمت دفع ہوا اور وہ تھی معصیت تو معصیت کو ترک کرنا گویا حقوق رمضان میں سے ہوا یہ دلالت ہوگئی۔

اسی طرح یہ مہینہ نورانی ہے وہ اس طرح کہ حق جل شانہٗ فرماتے ہیں

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ یعنی یہ ایسا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اور قرآن کی خاصیت ہے هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ یہ سب

① ایک دوسرے کی ضد ہیں ② نور اندھیرے کو دور کرتا ہے ③ اندھیرے کو دور کرنا ④ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اندھیرا ختم ہو، اور گناہ اصل میں اندھیرا ہے تو گناہ کو ترک کرنا رمضان کا ایک حق ہوا۔

مادے دلالت کررہے ہیں قرآن مجید کے نور ہونے پر۔ھدٰی، بینات،فرقان ہے۔ ھدٰی و بینات تو ظاہر ہے۔ رہا فرقان سوفرقان کسے کہتے ہیں؟ ممیّز بین الحق والباطل کو۔ یعنی قرآن مجید سے فرق ہوتا ہے حق اور باطل میں ۔اور یہ حقیقت شناسی ہی نور ہے کیونکہ نور یہ تھوڑا ہی ہے کہ اس میں چمک اور دمک ہو۔کہیں چمک اور دمک پر مغرور نہ ہوجانا کہ کچھ تارے سے نظر آنے لگے تو سمجھ لیا کہ ہمارے قلب میں نور پیدا ہوگیا۔ارے! وہ نور ہی کب ہے قلب میں تو وہ نور ہے کہ اس کے آگے نورِ شمس کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔مولانا فرماتے ہیں۔

شمس تبریزی کہ نور مطلق است　　　آفتاب است و زانوار حق است ①

اب شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کوئی نور تھے کیا ان سے کوئی لالٹین روشن ہوجاتی تھی۔حکماء بھی نور کی حقیقت کو کچھ سمجھے ہیں مگر عوام وہاں تک نہیں پہنچے۔حکماء،علم کو کہتے ہیں کہ نور ہے حالانکہ علم آنکھوں سے نظر آنے والا نور نہیں مثلاً ہم کو علم ہے کہ زید قائم تو کیا اس علم کی وجہ سے کوئی چمک نظر آنے لگی۔اگر اندھیری کوٹھری میں بھی تصور کریں اور زید کا ادراک کریں تو کیا کوئی چمک محسوس ہوگی۔اس تصور سے کون سی چمک پیدا ہوگئی۔عوام نور کی حقیقت ہی کو نہیں سمجھتے۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ جب اللہ تعالیٰ کی یہ صفت سنتے ہیں کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تو یہ سمجھتے ہیں کہ نورحق بھی کوئی چمک دار چیز ہوگی۔اے صاحبو! چمک اس کے سامنے کیا چیز ہے وہ تو وہ نور ہے کہ چمک بھی ظلمت ہے اس کے سامنے۔مگر جہلاء یہی سمجھتے ہیں کہ اللہ کے نور میں بھی چمک ہوتی ہے۔

غلبۂ عشق کا انجام

چنانچہ اس وقت دو قصے بے ساختہ یاد آ گئے۔ایک تو ہمارے ننھیال ہی کا ہے ہمارے ننھیال میں ایک بزرگ تھے ذاکر شاغل۔یہیں تھانہ بھون کا واقعہ ہے اس زمانہ میں دیا سلائی ② نئی نئی چلی تھی۔بہت سے لوگوں نے تو دیکھی بھی نہ تھی۔ایک درویشی کا مدعی جاہل شخص کہیں سے آ گیا۔اس نے ان سے کہا کہ میں تمہیں خدا کا نور دکھادوں گا یہ مشتاق تھے ہی انہیں باور ③ آ گیا۔واقعی طلب وہ چیز ہے کہ بہت سے طالب دھوکوں

① ''حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ جو سراپا نور ہدایت اور آفتاب ہدایت اور انوار الٰہی سے منور ہیں'' ② ماچس نئی نئی ایجاد ہوئی تھی ③ یقین آ گیا۔

میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب حقیقت نہ معلوم ہو۔ مقام وعدہ کا ’’غوث گڑھ‘‘ قرار پایا کہ وہاں چل کر دکھائیں گے۔

غوث گڑھ ایک چھوٹا سا گاؤں یہاں سے تین کوس① کے فاصلہ پر ہے وہاں بستی کے باہر ایک ویران مسجد ہے اس نے کہا کہ اس مسجد میں لے جا کر تمہیں اللہ کا نور دکھائیں گے کیا سب کے سامنے اللہ میاں کو اپنا جلوہ دکھاتے ہوئے نعوذ باللہ شرم آتی تھی۔ کیا نعوذ باللہ ان میں عورتوں کی صفت ہے۔ مگر صاحب! طلب عجیب چیز ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ طلب کے اندر ایک شان حیرت کی ہوتی ہے جب علم پر طلب غالب ہو۔ اسی واسطے یوں دعا کرنی چاہیے کہ حق تعالیٰ طلب اور علم دونوں عطا فرمائے نرے عشق اور نری طلب کے اندر عقل مغلوب ہو جاتی ہے۔ بہت لوگ عشق میں کہیں کے کہیں چلے گئے ہیں۔ عقل مغلوب ہونے پر یاد آیا۔

ایک بنیا کی تھالی گم ہو گئی تھی۔ اس نے سب جگہ تو دیکھا ہی مگر گھڑے کے اندر بھی دیکھا کسی نے کہا ارے بیوقوف! تھالی اور گھڑے کے اندر یہ کیا حماقت ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ گھڑے کے اندر تھالی نہیں جا سکتی مگر احتیاطاً دیکھ لیا۔ تو وہ کیا بات تھی، حرص تھی۔ جی کسی کو عشق دنیا کا کسی کو عشق دین کا۔ اس بنیا پر اس قدر عشق تھالی کا غالب ہوا کہ جہاں ہونا عقل بھی جائز نہیں رکھتی وہاں بھی تلاش کر لیا۔

اس قصہ سے بھی وہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جب طلب کا غلبہ ہوتا ہے تو سمجھ جاتی رہتی ہے اور جب عشق غالب ہوتا ہے تو عقل برباد ہو جاتی ہے لکھے پڑھے آدمی جاہل کے کہنے میں آ گئے غوث گڑھ پہنچے اس نے کہا کہ پہلے دو رکعت پڑھو پھر کچھ وظیفہ بتا دیا کہ ایسے آنکھیں بند کئے پڑھتے رہنا جس وقت میں کہوں فوراً آنکھ کھول دینا پھر جو دیکھو گے وہ اللہ کا نور ہوگا۔ بیچاروں نے سارے جتن کئے اول دو رکعتیں پڑھیں پھر بیٹھے غریب آنکھیں بند کر کے اور وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد پیچھے سے آواز آئی ’’ہوں‘‘ انہوں نے جو آنکھ کھولی تو دیکھا کہ تمام مسجد روشن ہے تو ظالم نے کیا شرارت کی تھی کہ پس پشت کھڑے ہو کر ایک دیا سلائی جلا کر ’’ہوں‘‘ کر دیا دیکھا کہ تمام مسجد نور

① چھ میل کے فاصلہ پر۔

سے روشن ہے مگر لکھے پڑھے آدمی تھے وہ یوں کہتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ سایہ بھی پڑ رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ تو خدا کا نور ہے۔ اس میں ظلمت کیسی یہ خدا کا نور کیسا ہے جس میں ظلمت کے دفع کرنے کی بھی قوت نہیں۔ مجھے اس پر شبہ ہوا مڑ کر جو دیکھا تو آپ ہاتھ میں جلتی ہوئی دیا سلائی لئے کھڑے ہیں اٹھ کر اور جوتا نکال کر وہ جوتے پہ جوتا۔ پیر صاحب کی خوب ہی مرمت کی۔ کہا نالائق یہ خدا کا نور ہے جب نجات ہوئی صاحب اس دھوکا باز سے۔

تو غرض وہ کیا بات تھی اس نے نور چمک کا نام سمجھا تھا اسی سے دھوکا دینا چاہا دیکھئے علم بھی کیا کام کی چیز ہے اور زیادہ دھوکا تو جب ہوتا جب اس نور کے ساتھ ظلمت بھی نہ ہوتی چنانچہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت

اس شعبدہ پر ایک حکایت اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی۔ مولانا فرماتے تھے کہ ہم نے بچپن میں سنا تھا کہ دیوالی کی رات کو جن بازاروں میں نکلتے ہیں اور ان کی پہچان یہ ہے کہ ان کے سایہ نہیں ہوتا۔ دیوالی کی رات آئی ہم شوق میں اور جنون میں جنوں کے بازار میں پہنچے دیوالی کے چراغ جل رہے تھے دیکھا کہ مجمع تو بہت ہے مگر کسی کے سایہ نہیں نہ ادھر نہ ادھر بہت سے لوگ ان میں سے ایسے بھی تھے جنہیں اس دن اول بار دیکھا تھا۔ پہلے سے بالکل جان پہچان ہی نہیں تھی ان پر تو جن ہونے کا گمان ہوسکتا تھا لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جن سے جان پہچان تھی ان کے بارہ میں یہ تاویل کر لی کہ ممکن ہے کہ جن انہی کی صورت میں آگئے ہوں جن سے جان پہچان ہے مگر پھر اپنے کو جو دیکھتے ہیں تو یہاں بھی سایہ نہیں بڑے حیران کہ اے اللہ! اپنا تو علم ہے کہ میں محمد یعقوب ہوں میں کیسے جن ہوسکتا ہوں؟۔ مولانا ذہین تھے بے حد بچپن کا قصہ ہے مگر ذہانت بچپن ہی سے غضب کی تھی سوچا تو فوراً سمجھ میں آگیا کہ میاں چار طرف تو چراغ ہی چراغ ہیں آخر سایہ ہو کدھر۔ یہ وجہ ہے سایہ نہ پڑنے کی جن ون کوئی نہیں۔

تو اس شعبدہ باز کو سوجھی نہیں ورنہ وہ بھی کوئی ایسا ہی پکھنڈ ① کرتا کہ مشتاق زیارت کو اپنا سایہ بھی نظر نہ آتا۔ مگر باطل کے پیر نہیں اللہ تعالیٰ کسی اور طریق سے اس کو

---

① ڈرامہ رچاتا

رسوا فرما دیتے۔ تو غرض! عوام کا یہ اعتقاد ہے کہ نور چمک کو کہتے ہیں۔

ایک اور شخص تھا ہمارے یہاں کانپور میں آیا تھا۔ اس کی بھی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح خدا کا نور دیکھ لوں۔ چنانچہ اسی تمنا میں میرے پاس بھی آیا تھا۔ میں نے کہا کہ بھائی خدا کا نور تو خود میں نے بھی نہیں دیکھا۔ پھر میں تمہیں کیا دکھا سکتا ہوں۔ اور میں کیا دیکھتا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی نہیں دیکھا تو تمہاری ہماری تو کیا حقیقت ہے؟۔ اور انہوں نے تمنا بھی کی لیکن تمنا پر بھی صاف جواب مل گیا۔ کہ لن ترانی اور لن فرمایا یعنی کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔ لیکن یہ تابید① بھی مؤبد نہیں بلکہ مقید ہے اور محدود ہے تابید کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ایک دنیا کی تابید اور ایک آخرت کی تابید

آخرت کی تابید② تو غیر محدود ہے لیکن دنیا کا جو ''ابد'' ہے③ وہ حقیقۃً ابد ہی نہیں کیونکہ ابد تو وہ ہے کہ لا اخر له ،جس کا اخیر ہی نہ ہو لیکن یہ بھی محاورات میں ابد ہی کہا جاتا ہے۔ اور جس طرح ابدیت کے صیغہ سے کبھی مدت محدود④ مراد ہوتی ہے اسی طرح کبھی مدت محدودہ کے صیغہ سے بھی ابدیت مراد⑤ ہوتی ہے جیسے شیطان کے بارہ میں ارشاد ہے ان علیك لعنتی الی یوم الدین⑥

مردود ابدی

یہاں الی یوم الدین سے مراد ابد غیر محدود ہے مگر بعض کج فہم لوگ اس کو ابدیت غیر محدود سمجھ کر شیطان کی نجات کے قائل ہو گئے کہ صرف قیامت تک اس پر لعنت رہے گی پھر نہ رہے گی۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مراد تو ہوتی ہے ابدیت غیر محدود لیکن اس کو تعبیر اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ تابید محدود کو تعبیر کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم لوگوں کی عقول ضعیفہ کی رعایت سے قرآن مجید ہمارے محاورات میں نازل ہوا ہے۔ سو ہم ابدیت غیر محدود کو بھی اسی طرح تعبیر کیا کرتے ہیں کہ قیامت تک یہ بات نہ ہوگی یعنی کبھی نہ ہوگی۔

---

① ہمیشہ نہ دیکھنے کی نفی بھی مقید ہے ہمیشہ کے لیے نہیں ② آخرت میں کسی چیز کو یہ کہا جائے کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو وہ لامحدود ہے ③ دنیا میں جس کو ابدی کہیں وہ ہمیشہ کے لیے نہیں ہے کہ ہمیشہ تو وہ ہوتا ہے جس کا آخر نہ ہو ④ کبھی ہمیشہ کا صیغہ جو بول کر مدت محدود مراد ہوتی ہے ⑤ کبھی محدود کا صیغہ بول کر بھی ہمیشہ ہی مراد ہوتا ہے جیسے اس جملہ میں ⑥ ''اور بیشک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک''

دوسرے یہ کہ دنیا دار العمل ہے اور اس کی منتہا قیامت ہے۔ پس جب ایک شخص دنیا کے ختم تک ملعون رہا۔ اب دار الجزاء میں ناجی ① ہونے کا اس کے کب احتمال ہے۔ اس طرح بھی ابدیت غیر محدودہ لازم آ گئی گو لفظ کو اس پر دال نہ مانا جاوے اس واسطے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے عربی کے صرف ونحو کے علاوہ محاورات کے علم کی بھی ضرورت ہے۔ محاورات نہ جاننے ہی کی وجہ سے یہ سمجھے کہ الیٰ یوم الدین میں غایت حقیقیہ ہے پس شیطان قیامت تک تو مردود رہے گا بس قیامت میں مرحوم ہو جائے گا نعوذ باللہ! بالکل غلط بلکہ عجب نہیں کفر ہو یہ اعتقاد۔ اسی واسطے کہ شیطان کے مردود ابدی ہونے پر سب کا اجماع بھی ہے اور منصوص بھی ہے اس آیت میں۔ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ -فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ②

بہرحال یہ ابدیت کبھی ختم نہ ہوگی اور لن ترانی میں ③ اس کا عکس ہے کہ لفظ ابدیت کا ہے مگر مراد مدت محدودہ ہے ④ سو بعض کو اس میں غلط فہمی ہوئی اور اسی غلط فہمی کی وجہ سے معتزلہ اس کے قائل ہو گئے کہ یہاں تابید دائمی مراد ہے۔ آخرت میں بھی رویت ⑤ نہ ہوگی مگر یہ غلط ہے یہی عقیدہ متواتر المعنی ہے کہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ ⑥ ہوگی اور وہ جب عوام مومنین کو بھی ہوگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے ان کو کیوں نہ ہوگی اسی واسطے یہاں لن ترانی محمول ہے تابید محدود ⑦ پر نہ کہ تابید دائم پر۔

طلب صادق کا اثر

بہرحال میں نے اس شخص سے کہا کہ یہاں دنیا میں رویت شرعاً محال ہے کہنے لگا میں جانتا ہوں اور یہ میرا عقیدہ ہے مگر کیا کروں شوق ایسا ہے کہ میں اس تمنا سے باز نہیں آ سکتا

---

① نجات پانے کا کب احتمال ہے ② ''شیطان کی سی مثال ہے کہ (اول تو) انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس وقت صاف کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العٰلمین سے ڈرتا ہوں۔ سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے (ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے دوسرا ہونے کی وجہ سے) اور ظالموں کی یہی سزا ہے'' سورہ حشر: ۱۶۔۱۷ ③ ہرگز تم مجھے نہیں دیکھ سکتے ④ لفظوں میں تو ہمیشہ نہ دیکھنے سمجھ میں آتا ہے مگر محدود ابدیت ہے۔ جیسے کہتے ہیں قیامت تک ایسا نہیں ہوگا ⑤ اللہ کا دیدار نہ ہوگا ⑥ آخرت میں اللہ کا دیدار ہوگا ⑦ یہاں نہ دیکھنے کی نفی ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ محدود ہے۔

میں تو طلب کروں ہی گا چاہے کامیابی نہ ہو۔ چنانچہ کیفیت اس کی یہ تھی کہ بے انتہا سوزش اور درد اور کرب میں مبتلا تھا۔ رات بھر اس قدر بے چین رہتا تھا کہ کچھ نہ پوچھئے۔ جانے کتنا زمانہ اسی حالت میں گزر چکا تھا۔ اس کے پاس بیٹھنے سے ایک درد اور سوزش سی محسوس ہوتی تھی۔

پہلے وہ ہندو تھا کبھی کہتا تھا میں مذہب بھی اسی تمنا میں بدل چکا ہوں۔ چنانچہ اسلام کے قبل بھی اسی طلب میں تھا یعنی ہندو ہونے کی حالت میں بھی۔ کہنے لگا میں بڑے بڑے رشیوں① جوگیوں② اور مینوں③ سے ملا لیکن سب نے جواب دیدیا کہ یہاں تو یہی مالا جپنا ہے۔ بھائی ہم تو تمہیں خدا کا نور نہیں دکھا سکتے البتہ ایک نے وعدہ کیا کہ پرمیشر کی جوت ہم تمہیں دکھا دیں گے پھر اس نے کیا کیا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان مجھے جھونپڑی کے اندر لے جا کر باہر کی طرف اشارہ کیا اور ایک روشنی نظر آئی جو چل رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ آگے کو اچھلتی ہوئی سرک رہی تھی اس نے کہا دیکھ! یہ ہے جوت④ پرمیشر کی۔ میں اس کی طرف دوڑا تو اس نے جھٹ میرا ہاتھ پکڑ لیا کہ ہاں! ہاں یہ کیا کرتا ہے ارے یہ پرمیشر کی جوت ہے جل جاوے گا۔ وہ جوت ایسی تھوڑا ہی ہے کہ اس کی کوئی تاب لا سکے۔ میں نے کہا میں تو مرنے ہی کو پھر رہا ہوں۔ اگر پرمیشر کی جوت میں جل کر مر جاؤں تو اس سے بڑھ کر کیا ہے یہ تو میری عین تمنا ہے۔

غرض وہ تو بوڑھا تھا میں جوان ہاتھ چھڑا کر دوڑتا ہوا جو اس روشنی کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کچھوا ہے اس کے سر پر بہت سی مٹی جمی ہوئی ہے اور اس مٹی پر ایک چراغ رکھا ہوا ہے جس میں موٹی سی بتی پڑی ہوئی ہے کہتا تھا کہ اول تو میں اس روشنی کو دیکھتے ہی دھوکا میں آگیا کہ ہوگا نور اللہ میاں کا لیکن جب میں نے اس روشنی کو اچھلتے ہوئے دیکھا تو اس پر مجھے شبہ ہوا واقعی عقل بھی بڑی نعمت ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ نور اچھلتا کیوں ہے؟ آدمی بھی جو شریف ہوتا ہے اس میں بھی وقار ہوتا ہے۔ اچھلتا کودتا نہیں یہ تو پرمیشر ہے یہ اچھلتا کودتا بچوں کی طرح کیوں چلتا ہے؟۔ اس سے مجھے شبہ ہوا اس لئے میں بھاگا کہ آخر دیکھوں تو یہ ماجرا کیا ہے؟ اس نے مجھے پکڑا بھی مگر میں ہاتھ چھڑا کر بھاگ ہی گیا۔ لوٹ کر اس سے کہا کہ واہ باوا جی اچھا پرمیشر دکھایا وہ ہنسنے لگا کہ بچہ میرے پاس تو یہی ہے کہ جھونپڑی

---

① خدا پرست سادھو ② ہندو فقیر پجاری ③ راجپوتوں کی ایک قوم جس کا پیشہ چوری چکاری اور لوٹ مار ہے۔
④ یہ ہے اللہ کا نور۔

میں رہ اور بس پڑا موج کیا کر۔ یہاں تو بیٹھے کچوری اور بالائی اور مٹھائی لئے جاؤ۔ بس بیٹھو اور پچو ① لیکن ان کو بھلا ان چیزوں کی کب ہوس تھی یہاں تو طلب تھی اور یہ خود بڑا شخص تھا۔ مشہور جوگی تھا۔ ریاضت مجاہدے بہت کیا کرتا تھا۔ اسی دوران میں خدا کے نور کی طلب دل میں پیدا ہوگئی۔

اس نے کہا کہ باوا جی! یہ چیزیں مجھے درکار نہیں۔ مجھے تو خود یہ سب حاصل تھا۔ اب میں نے اس کو جو چھوڑا ہے تو اسی طلب کے اندر کہ کسی طرح خدا کو دیکھ لوں اسی طلب کے اندر یہ نیازمندی اختیار کی ہے۔

مگر صاحبو! طلب عجیب چیز ہے واقعی اگر اس نے خدا کو نہیں دیکھا تو اس طلب کا نتیجہ اتنا تو ہوا کہ اس وقت خدا کے دیکھنے کے قابل تو ہوگیا یعنی مسلمان تو بنا۔ ہائے۔

کششے کہ عشق دارد نہ گذاردت بدیں ساں ‌ ‌ ‌ بجنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد ②

طلب تو وہ چیز ہے کہ مطلوب کو طالب کے دروازہ پر حاضر کر دیتی ہے پھر طالب کو مطلوب کے دروازہ پر حاضر کر دینا تو کچھ بھی مشکل نہیں۔

مقام صدیق رضی اللہ عنہ

یہ وہ مضمون ہے جس سے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اعتراض کا جواب دیا تھا کیونکر! اس طرح کہ معراج شریف کے قصہ میں کفار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں اطلاع دی کہ تم نے سنا بھی تمہارے دوست نے ایک اور بھی دعویٰ منکر کیا ہے کہ مجھے آسمان پر بلایا گیا تھا۔ مجھے معراج ہوئی ہے میں سب آسمانوں بلکہ عرش تک کی سیر کر آیا ہوں تم نے سنا بھی یہ ایک اور نئی بات ہوئی ہے اب تک تو صرف نبوت ہی کا دعویٰ تھا۔ یہ اس سے بڑھ کر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بڑھ کر تو نہیں ہے بلکہ گھٹ کر ہے جب میں اس کی تصدیق کر چکا ہوں کہ آسمان والے یعنی فرشتے ان کے پاس آتے ہیں تو اگر یہ آسمان والوں کے پاس پہنچا دیئے گئے تو عجب ہی کیا ہے۔ جس کے یہاں بادشاہ آتا ہو اگر اس کو دربار میں بلالے تو واللہ کچھ بھی حیرت کی بات نہیں۔

---

① یہاں بیٹھ کر پیٹ بھر کر کھاؤ اور موج کرو ② ’’وہ کشش جو عشق اپنے اندر رکھتا ہے اُس کی خاصیت یہ ہے کہ محبوب اگر جنازہ پر نہ آئے گا تو مزار پر ضرور آئے گا‘‘

میں جب جبرئیل علیہ السلام کی نسبت جو کہ سدرۃ المنتہیٰ کے بسنے والے ہیں اور عرش جن کا نشیمن ہے ① یہ تصدیق کر چکا ہوں کہ وہ خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوتے ہیں تو اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کے نشیمن پر تشریف لے جانے کا دعویٰ فرمائیں تو کیا میں ان کی تکذیب کر دوں گا۔

تم لوگ بیوقوف ہو کہ ایسی موٹی بات میں مجھ کو دھوکہ دینے آئے ہو اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں تو مجھے ایمان لانے اور انہیں سچا سمجھنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ جواب ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔ غرض عشق میں یہاں تک خاصیت ہے کہ

کششے کہ عشق دارد نہ گذاردت بدیں ساں بجنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد ②

قبر میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس پر ایک لطیف نکتہ بعض اہل لطائف نے کیا ہے۔ بعضے نکتے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ علوم تو نہیں ہوتے محض نکتے دل خوش کن ہوتے ہیں لیکن اگر متاید ہوں ③ نصوص سے تو ان میں بھی ایک علم کی شان پیدا ہو جاتی ہے دعویٰ تو نہیں کیا جاتا۔ احتمال کا درجہ ہے ایک محمل ہے یہ بھی۔ یہ جو حدیث میں ہے کہ جب مومن دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آ کر تین سوال کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی سوال ہوتا ہے۔

ما تقول في حق هذا الرجل ④

وہ کہتا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو ہمارے پیغمبر ہیں۔ جو ہماری ہدایت کے لئے حق تعالیٰ کے یہاں سے بینات ⑤ لائے اور آیات لائے یہ ہے مضمون حدیث کا۔

یہاں یہ سوال کیا گیا ہے کہ ہذا محسوس باشارہ حسیہ ⑥ کے لئے ہے وہاں قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہوں گے۔ جو ہذا سے پوچھا جاوے گا۔

جمہور نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہر مومن کے ذہن میں اس وقت

---

① رہائش گاہ ② ''وہ کشش جو عشق اپنے اندر رکھتا ہے اُس کی خاصیت یہ ہے کہ محبوب اگر جنازہ پر نہ آئے گا تو مزار پر ضرور آئے گا'' ③ قرآن وحدیث سے اس کی تائید ہوتی ہو ④ ''یعنی یہ کون بزرگ ہیں'' ⑤ واضح نشانیاں لائے ⑥ لفظ ھذا سے کسی محسوس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ہوں گے علم ضروری کے طور پر۔ حق تعالیٰ کی تائید سے اس کی یہ صورت ہوگی کہ مومن کے قلب میں اس وقت علم ضروری کے طور پر یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت پوچھ رہے ہیں۔ یہ جواب بالکل کافی ہے لیکن بعض اہل لطائف اس طرف بھی گئے ہیں۔ یہ تھا تو احتمال کے درجہ میں مگر عشاق نے محقق کرلیا ہے شوق میں۔ اس کا دعویٰ تو نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں تمنا اور شوق کے درجہ میں کیا حرج ہے اگر اس امید سے متلذذ ہو①۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ اس کے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان میں جتنے حجاب ہیں وہ سب اٹھا دیے جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ نما ہوں گے۔ اب چونکہ یہ شخص مشرف بالزیارت ہے اور پہچانتا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لئے فرشتوں کے سوال کا جواب آسانی کے ساتھ دے رہا ہے۔

اور یہ رفع حجاب② تو ہے اس میں بھی دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر ہیں یہ اپنی جگہ پر رہے اور درمیان کے حجاب اٹھیں③ اور ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کرم فرمائیں۔ بعض عشاق شدت شوق میں اس طرف چلے گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مومن کی قبر میں تشریف لائیں گے۔

بعضے عشاق نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر موت کی تمنا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے شوق میں کرے تو جائز ہے کچھ حرج نہیں شوقاً الیٰ لقاء اللہ تو تمنا موت کی جائز ہے ہی شوقاً الی لقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم④ بھی تمنا موت کی جائز ہے۔

استاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت زندہ دل تھے ان پر شوق کی حالت غالب تھی صاحب حال بزرگ تھے اس حدیث کے متعلق کسی طالب علم نے سوال کیا تھا کہ قبر میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مشہور ہے اس کی کیا اصل ہے؟ یہ سن کر مولانا پر حالت طاری ہوگئی اور یہ شعر پڑھا

کششے کہ عشق دارد نہ گذاردت بدیں ساں بجنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد⑤

---

① اس امید کی لذت تو حاصل کرسکتا ہے ② پردوں کے اٹھنے میں ③ آپ اپنے مقام پر ہی ہوں اور پردے اٹھنے سے آپ کی زیارت ہوجائے ④ رسول اللہ سے ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا جائز ہے ⑤ ''وہ کشش جو عشق اپنے اندر رکھتا ہے اُس کی خاصیت یہ ہے کہ محبوب اگر جنازہ پر نہ آئے گا تو مزار پر ضرور آئے گا''۔

اور فرمایا کہ مقتضی تو اس تعلق کا جو ہم کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اتنی طویل ہوتی کہ آپ ہر امتی کے جنازہ پر خود تشریف لاکر نماز جنازہ پڑھتے مگر خدا کی حکمتیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہی میں مصلحت تھی۔ خیر! اگر یہ دولت حاصل نہ ہوسکی تو کیا عشق کی خاصیت خالی جاسکتی ہے اگر جنازہ پر نہیں تو مزار ہی پر لاکر کھڑا کردیا کہ دیکھ لو یہ وہی محبوب ہیں جن کے شوق اور محبت میں تم نے عمر گنوادی۔ اور اپنے آپ کو فنا کردیا۔

مگر یہ سب مشتاقین کے نکات ہیں اور ممکن ہے کہ ان کے گمان کے موافق ان کے اس شوق کو پورا بھی کردیا جائے کیا عجب ہے کہ گو یہ زیارت عام نہ ہو لیکن حق تعالیٰ بعض خاص خاص عشاق کی کشش شوق میں یہ خاصیت محقق کردیں اور ان کی اس امید کو انا عند ظن عبدی بی کی بناء① پر پورا کردیں تو کچھ بعید نہیں ہے۔

عبدیت کا خاصہ

میں اس کو عرض کر رہا تھا کہ طلب وہ چیز ہے کہ خود مطلوب کو طالب کے دروازہ پر حاضر کردیتی ہے تو اگر طالب کو مطلوب کے دروازہ پر حاضر کردے تو کیا عجب ہے۔ تو اس شخص کی طلب نے اس کو مطلوب کے دروازہ پر تو پہنچا ہی دیا جو اسلام ہے اور جو باب حقیقی ہے رویت باری تعالیٰ کا خیر رویت نہیں ہوئی تو رویت کے قابل تو بنا دیا۔ ہوسناک② کے لئے تو یہ کم ہے مگر طالب صادق اور عاشق کے لئے تو یہی بہت کچھ ہے۔

مرا از زلف تو موئے بندست ہوس رارہ مدہ بوئے بسند مست③

یہ شعر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر لکھا ہے اللہ اکبر! کیا موقع پر لکھتے ہیں۔ انہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال ایک صحابی نے تراشے④۔ پھر آپ کے حکم سے وہ سب لوگوں کو تقسیم کئے گئے اس

---

① ''میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں'' مسند أحمد ۲: ۳۱۵، ۴: ۱۰۶، الترغیب والترہیب للمنذری ۲: ۹۳، ۳: ۴۷، ۴: ۲۶ ② آرزومند ③ ''مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زلف کی خوشبو کافی ہے اس سے زیادہ کی ہوس مجھے نہیں ہے'' ④ بال کاٹے۔

حدیث کے نقل کرنے کے بعد شیخ لکھتے ہیں کہ بڑے خوش قسمت تھے وہ لوگ! لیکن ہم بھی بدقسمت نہیں خیر! اگر بال ہم تک نہیں پہنچے تو ہم کو یہ بھی کم نہیں کہ اس واقعہ کی خبر تو پہنچ گئی اور اس مقام پر انہوں نے یہ شعر لکھا ہے۔

مرا از زلف تو موئے بندست　　　هوس راره مده بوئے بسند مست ①

واقعی عاشق صادق کی یہی شان ② ہے جس کو ہر چیز میں چاہے کسی درجہ کی ہو اپنے محبوب ہی کا جلوہ نظر آتا ہے کہتے ہیں ناں۔

ہر چہ بینم در جہاں غیر تو نیست　　　یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو ③

ہر درجہ پر قانع میں اس واسطے کہ محبوب سے کچھ تو تعلق ہے۔

ہر چہ بینم در جہاں غیر تو نیست　　　یا توئی یا خوئے تو یا ہوئے تو ④

تو غرض شیخ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال ہم تک نہیں پہنچے تو خیر سہی ہی خبر تو پہنچی

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

یعنی اگر محبوب کی حکایتیں بھی ہم تک نہ پہنچتیں تو کیا ہوتا پھر کون سی تسلی تھی عاشق کے لئے۔ اس سے زیادہ اگر ہو جائے عنایت ہے ورنہ ہمارا حق تو اتنا بھی نہیں یہ نہایت تواضع کی بات ہے۔ عاشق صادق کی عبدیت لازم ہے اور عبدیت کا خاصہ ہے کہ بلند پروازی نہیں رہتی جو کچھ بھی عطا ہو جائے اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھتا ہے وہ بزبان حال یا بزبان قال یہ کہتا ہے۔

ادائے حق محبت عنائتی است زاوست　　　وگرنہ عاشق مسکین بہیچ خرسندست ⑤

عاشق مسکین کو تھوڑا سا بھی مل جائے تو وہ اس میں بھی راضی ہے اور یہ مشرب الحمد للہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ایک زندہ بزرگ کا دیکھ لیا ورنہ کتابوں ہی میں پڑھے ہوتے تو یہ سمجھتے کہ لوگوں کی لطافتیں ہیں، ذہانتیں ہیں، توجیہیں ہیں اپنے بزرگوں کے

---

① ''مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زلف کی خوشبو کافی ہے اس سے زیادہ کی ہوس مجھے نہیں ہے'' ② سچے عاشق کا یہی حال ہے ③ ''جو کچھ جہاں میں دیکھتا ہوں تیرے سوا کچھ نہیں یا تو ہے یا تیری خوشبو ہے'' ④ ''جو کچھ جہاں میں دیکھتا ہوں تیرے سوا کچھ نہیں یا تو ہے یا تیری خوشبو ہے'' ⑤ ''ادائے حق محبت بھی حق تعالی کی عطا اور توفیق سے ہے وگرنہ عاشق مسکین کس بات سے خوش ہے یعنی اس کی توفیق سے)

اقوال کی ۔ حضرت حاجی صاحب کے دیکھنے کے بعد اب کوئی شک نہیں رہا۔حضرت کا بھی بالکل یہی مشرب تھا۔

و گرنہ عاشق مسکین نہ ہیچ خرسندست①

میں کہتا ہوں جس کا نام عبدیت ہے بڑی مشکل ہے ۔سب حالات کا حصول آسان ہے عبدیت ہی کا حاصل کرنا مشکل ہے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ② میں بفضلہٖ عبدیت کامل عطا فرمائی گئی تھی۔ گویا عبدیت اس زمانہ میں حضرت ہی کا حصہ ہے۔ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کوئی ایسی ترکیب ارشاد فرمائیں کہ جس سے زیارت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاصل ہو جائے۔فرمایا آہا۔آپ کا بڑا حوصلہ ہے کہ آپ کا ذہن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تک پہنچتا ہے۔آپ کی نظر بہت دور پہنچی ، واللہ! ہم تو اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد شریف کی زیارت کے قابل بھی نہیں سمجھتے۔ اگر وہی نصیب ہو جائے تو بسا غنیمت ہے۔اس سے آگے تو ہمارا ذہن بھی نہیں جاتا۔آپ بڑے لوگ ہیں کہ آپ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تمنا ہے۔

اللہ اکبر! کیا ٹھکانا ہے عبدیت کا۔اور یہی ہے وہ حالت جس کو حضرت حافظ فرماتے ہیں۔

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود آید   کہ نظر دریغ باشد بہ چنین لطیف رائے ③

قسم کھاتے ہیں کہ میرا جی اس سے بھی جھجکتا ہے اور رکتا ہے کہ محبوب کو ان نظروں سے دیکھوں۔

عشاق کی شان

دیکھئے عاشق اس سے بھی جھجکتا ہے کہ محبوب کو آنکھ اٹھا کر دیکھے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تو بے عقلوں کا مذاق ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ تو کوئی عقلمند نہ تھا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ارے یہاں دیکھا تھا کس نے نظر بھر کر جو بیان کر دوں بیٹھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حلیہ تھا۔ ہمت ہی نظر بھر کر دیکھنے کی کبھی نہ ہوئی۔

ایک کافر رئیس کی شہادت جو حدیبیہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت دیکھ کر اپنی قوم کے پاس

---

① ”وگرنہ عاشق مسکین کس بات سے خوش ہے“ ② حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ③ ”بخدا مجھے تو اپنی دونوں آنکھوں پر رشک آتا ہے اور دل رکتا ہے کہ ان نظروں سے محبوب کو دیکھوں“

گیا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا حالت ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نے بہت سے واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب وعظمت کے بیان کر کے مختصراً یہ حالت بیان کردی کہ

لا یحدون النظر الیہ یعنی گھور کر نہیں دیکھ سکتے

اور گھورنا کسے کہتے ہیں نظر بھر کر دیکھنے کو۔ غرض کسی کی ہمت نہیں تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر کر دیکھ لے۔ بس! یہ حالت تھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ اور یہ تو ہمت کس کی ہوسکتی تھی کہ نظر سے نظر ملا کر دیکھے۔ تو عشاق کی شان یہ ہوا کرتی ہے کہ تھوڑے سے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں وہی شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ کا مذاق۔

مرا از زلف تو موئے بسند ست ہوس رارہ مدہ بوئے بسند ست①

تو میں کہتا ہوں کہ رویت نہ ہو رویت کی قابلیت ہی عطا ہو جائے گو فی الحال رویت حاصل نہیں لیکن وعدہ تو ہے گو ادھار ہی سہی۔ وہ بھی کافی ہے ایک عاشق کہتا ہے۔

اگر چہ دور افتادم بدین امید خرسندم کہ شاید دست من بار دگر جانان من گیرد②

امید بھی صرف اتنی کہ شاید ایسا ہو جائے اور واقعی خرسندی امید پر بھی ہوتی ہے ولو کان توھماً ③ یہاں تک کہ اشعب طماع کی حکایت ہے۔ یہ معمولی شخص نہیں ہیں۔ بڑے معتبر علماء میں سے گزرے ہیں مگر بے چارے مجبور تھے طمع کے ہاتھوں ان کی طمع کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں۔

چنانچہ ایک بار انہیں بہت سے لڑکے چھیڑ چھاڑ رہے تھے۔ جو آدمی کسی بات میں مشہور ہو جاتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ لوگ اسے چڑایا کرتے ہیں۔ انہوں نے لونڈوں سے کہا کہ میاں فلاں جگہ کھانا بٹ رہا ہے یوں ہی جھوٹ موٹ کہہ دیا اپنا پیچھا چھڑایا۔ لونڈے دوڑ کر اس طرف کو جھپٹے۔ انہیں دوڑے ہوئے جاتا دیکھ کر آپ کیا دل میں کہتے ہیں کہ اجی شاید بٹ ہی رہا ہو اور خود بھی پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔

① ”مجھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زلف کی خوشبو کافی ہے اس سے زیادہ کی ہوس نہ ہونی چاہیے“

② ”اگر چہ دور پڑا ہوں لیکن اس امید پر خوش ہوں کہ شاید ہمارا محبوب حقیقی از راہ کرم ہمارا ہاتھ دوسری بار پکڑ کر اپنی بارگاہ کی طرف جذب فرمائے“ ③ وہم کے درجہ میں

ہماری دھوکہ دہی

حضرت کو طمع کے غلبہ میں یہ یاد نہ رہا کہ میں نے یہی تو اُن کو بہکایا تھا حضرت ہم ان پر تو ہنستے ہیں لیکن ہم سب مبتلا ہیں ایسے ہی عدم تدبر میں۔ ان کی طمع تو سب کو معلوم تھی ہمارا عام تدبر کسی کو معلوم نہیں۔ ہمارے دھوکا کا کسی کو پتہ نہیں وہ کیا عدم تدبر ہے اور ہم کیوں کر دھوکا میں آجاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم اول تو لوگوں کو اپنے جھوٹے حالات اور وضع سے اپنا معتقد بناتے ہیں جب لوگ معتقد ہو جاتے ہیں تو اب ان کے اعتقاد سے خود ہی استدلال کرتے ہیں کہ ہم کچھ تو ضرور ہوں گے جب تو لوگ معتقد ہیں ہمارے۔ اگر ہم کچھ نہ ہوتے تو کیا سارے کے سارے بے وقوف ہی ہیں اگر ہم واقع میں کچھ نہ ہوتے تو اتنے سارے لوگ ہمارے کیوں معتقد ہو جاتے۔ معلوم ہوتا ہے ہم ضرور کچھ ہو گئے ہیں اور یہ خبر نہیں احمق الناس ① کو کہ ہم نے تو دھوکا دیکر لوگوں کو اپنا معتقد بنایا ہے۔ اگر ہم کوئی ترکیب نہ کرتے اور پھر بھی لوگوں کا ہمارے ساتھ اعتقاد ہوتا اس میں تو احتمال ہو بھی سکتا تھا لیکن یہاں ہم ہی نے تو ترکیبیں کر کے لوگوں کو غلطیوں میں اور تلبیس ② میں ڈالا۔ ہم نے تو سارا کارخانہ اور منصوبہ گانٹھا کہ کسی طرح لوگوں کو معتقد بنانا چاہیئے اور جب لوگ معتقد ہو گئے تو اب ہم اس منصوبے کو بھول گئے۔ اور اب خود ہمارا اپنا اعتقاد ان کا اعتقاد ہے۔

ہم ان کے اعتقاد پر بنا کرتے ہیں اپنے اعتقاد کی تو گویا ہمارا اعتقاد بواسطہ ان کے اعتقاد کے ہے اور ان کا اعتقاد بواسطہ ہماری تلبیس کے ہے تو گویا ہمارا اعتقاد ہماری ہی تلبیس ③ پر مبنی ہے۔ گویا ہم اپنی ہی تلبیس سے اپنے معتقد ہیں تو ہم اشعب طماع پر کیا ہنستے ہیں ہم خود ایسی ہی بے ہودگیوں میں مبتلا ہیں۔

یہ تو محض تفریح اور تمیم فائدہ کے لئے عرض کیا گیا باقی میرا اصل مقصود اس حکایت کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ طلب اور محبت وہ چیز ہے کہ امید موہوم پر بھی طالب مسرور رہتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے۔

---

① لوگوں میں سے سب سے زیادہ بے وقوف کو ② دھوکے میں ③ اپنے کو نیک سمجھنا لوگوں کے کہنے کی وجہ سے ہمارے ہی دھوکے کی بنا پر ہے

اگر چہ دور افتادم بدیں امید خرسندم که شاید دوست من باردگر جانان من گیرد①

توغرض یہ مذاق ہے عاشق کا کہ تھوڑا سا بھی اگر مل جائے تب بھی اسے کافی ہے۔ کہتے ہیں نا۔

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

کہیں یہ سنا تھا کہ ہمارا ذکر محبوب کی محفل میں ہو رہا تھا تو بس اسی پر خوش ہو گئے کہ خیر اگر ہم اس محفل میں نہیں تھے تو ہمارا ذکر تو تھا۔ بس اسی پر بے چارہ خوش ہے کہ میرا ذکر تو اس محفل میں ہے۔

عاشق حقیقی کا حال

مشہور ہے ناں کہ ایک دیہاتی عورت اپنے شوہر پر عاشق تھی لیکن وہ اس کی طرف التفات ہی نہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ شوہر گاجریں کھا رہا تھا۔ پینڈی کاٹ کاٹ کر پھینکتا جاتا تھا کھاتے کھاتے آپ کو جو جوش ہوا تو بیوی کے پینڈی کھینچ کر ماری منہ پر زور سے۔ اور وہ اسکی آنکھ پر جا کر لگی۔ اب آنکھ بند بھی اور آنکھ میں درد بھی لیکن اسی حالت میں اس نے ڈومنی یا فائن کو بلایا اور اپنے باپ کے گھر یہ کہلا کر بھیجا کہ کھائی تھی گاجر ماری تھی پینڈی۔ اماں سے کہیو کہ کچھ ساگ بھوڑنے لگا ہے اب آ گئے ہیں بھلے دن۔ چھیڑ چھاڑ تو شروع ہوگئی ہے۔ میرے گاجر کی پینڈی تو ماری۔ اگر نہ مارتے تو میں کیا کر لیتی۔

تو یہ کیا عاشق ہے۔ اگر عاشق ہے تو محبوب کے دربار میں اپنا بڑا درجہ ہرگز نہ چاہے گا۔ اور عاشق کو تو شرم آتی ہے درجے مانگتے ہوئے کیونکہ وہ اپنی حقیقت خوب جانتا ہے کہ میں ہوں کیا۔ اس واسطے میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ایک گونہ رویت ہی ہے کہ رویت کی قابلیت ہو جائے۔ اگر حقیقی رویت نہیں ہے تو حکمی تو ضرور ہے۔

مساوات اسلامی کا سبق

اس نو مسلم نے اپنا قصہ شوق رویت اور اسی شوق میں اسلام لانے کا جو مجھ سے بیان کیا تو مجھے شبہ ہوا کہ جب اس کی طلب کسی جگہ پوری نہ ہوگی تو عجب نہیں کہ یہ

① ''اگر چہ دور پڑا ہوں لیکن اس امید پر خوش ہوں کہ شاید ہمارا محبوب حقیقی از راہ کرم ہمارا ہاتھ دوسری بار پکڑ کر اپنی بارگاہ کی طرف جذب فرمائے''

اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو جائے۔ کہیں کوئی پادری صاحب کہنے لگیں کہ میں دکھلا دوں گا۔ تمہیں خدا کا نور۔ پھر وہ بھی کوئی دھوکا دے اور سائنس والوں کا دھوکا شاید سمجھ میں بھی نہ آوئے میں نے صاف کہہ دیا کہ بھائی تمہارا کیا اعتبار۔ مجھے قوی شبہ ہوا ہے کہ کہیں تم اسلام ترک نہ کردو کیونکہ تمہارا مقصود تو یہ ہے کہ میں خدا کو دیکھ لوں۔

جب تمہیں خدا یہاں نہ دکھائی دے گا تو پھر تم اسلام کو بھی چھوڑ سکتے ہو جیسے کہ ہندوؤں کے مذہب کو چھوڑ کر اسی تمنا میں مسلمان ہو گئے ہو کہنے لگے جی نہیں۔ اب اسلام کو نہیں چھوڑوں گا چاہے کامیاب ہوں یا نہ ہوں۔ بالکل گنوار اور لٹھ تھا لیکن اس نے ایسے علوم ومعارف بیان کئے کہ میں دنگ رہ گیا۔

چنانچہ جب میں نے کہا کہ ہمیں کیسے اطمینان ہو کہ تم اسلام نہ چھوڑو گے اس نے کہا کہ اسلام میں میں نے ایک ایسی خاصیت پائی ہے کہ نہ کسی مذہب میں تھی نہ ہو میں نے پوچھا وہ کون سی خاصیت ہے کہا اس مذہب میں توحید ایسی کامل ہے کہ کسی مذہب میں نہیں۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ ابھی سے کیا جانے کہ توحید کیا چیز ہے میں نے پوچھا مثلاً۔ کہا دیکھئے یہ کیا توحید نہیں ہے کہ ایک شخص بھنگی ہے یا چمار ہے وہ مسلمان ہو گیا تو آج تمام مسلمان اس کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور اس کو اپنے ساتھ بٹھلا کر کھلاتے ہیں ورنہ ساری قومیں ایسے شخص کو اپنے سے گھٹا ہوا اور ذلیل سمجھتے ہیں یہ اور بات ہے کہ شادی بیاہ نہ کریں۔ یہ تو اپنی اپنی مصلحت ہے باقی حقیر کوئی نہیں سمجھتا یہ توحید ہی کا اثر ہے کیا اچھی بات کہی اور استدلال بھی کیسے کھلے ہوئے واقعہ سے کیا اللہ کے بندے اب بھی ایسے موجود ہیں جو مساوات کرتے ہیں اگر طوعاً نہیں تو کرہاً سہی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت وفراست

ایک حکایت اپنی کرہاً کی اور ایک حکایت دوسرے کی طوعاً کی سناتا ہوں مجھے تو یہ حکایت پیش آئی کہ میں ایک دفعہ کالپی گیا۔ وہاں ایک شخص تھا نہایت صاف ستھرا، اجلے کپڑے پہنے ہوئے ہوئے جامع مسجد میں نماز کو آیا۔ اس کے گاؤں والوں سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے لیکن وہاں کے چودھری ساتھ کھانا پلانا

تو در کنار اس کے ہاتھ کا برتن بھی نہیں لیتے تھے۔ وہاں جلسہ تھا اس میں وہ بھی موجود تھا۔ اور وہاں کے رئیس بھی سب جمع تھے۔

بعض لوگوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دوں کہ ایسا پرہیز نہ کیا کریں۔ اس کی سخت دل شکنی ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ نرے سمجھانے سے کچھ کام نہ نکلے گا سمجھانے سے تو سب اس وقت ہاں ہاں کہہ دیں گے پھر بعد کو کون پروا کرتا ہے میں نے کہا ایک بدھنے① میں پانی منگاؤ جب پانی آ گیا تو میں نے اس نومسلم سے کہا کہ پیو ٹونٹی سے منہ لگا کر۔ اس نے پیا پھر بدھنا اس کے ہاتھ سے لے کر میں نے بھی ٹونٹی ہی سے منہ لگا کر اس کے بچے ہوئے پانی میں سے پیا۔ پھر میں نے سب سے کہا کہ پیو۔ حضرت سوا مان لینے کے کسی سے کوئی عذر نہ بن پڑا۔ سب نے جیسے تیسے پیا۔ پھر میں نے کہا کہ دیکھو بھائی اب اس سے پرہیز نہ کرنا۔ کہنے لگے اجی بس! اب منہ ہی کیا رہا پرہیز کرنے کا۔ تم نے ترکیب ہی ایسی کی کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا۔ اب اطمینان رکھو اب ہم اسے اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں گے اب اس سے پرہیز ہی کیا رہ گیا جب اس کا جھوٹا پانی ہی تم نے پلوا دیا۔ خیر سب کو بڑی خوشی ہوئی لیکن پیتے وقت جھجکتے سب تھے لیکن چونکہ میں خود پی چکا تھا اس لئے کسی کی ہمت نہ پڑی کہ انکار کر دے۔

لطافتِ طبع

اور سچی بات یہ ہے کہ میں بھی، یاد ہے مجھے پی تو گیا لیکن اندر سے جی رکتا تھا۔ اللہ معاف کرے اور کچھ اس کے ساتھ ہی نہیں بلکہ کسی کو جھوٹا پانی یا جھوٹا کھانا ہو مجھ سے نہیں کھایا پیا جاتا۔ سخت رکاوٹ ہوتی ہے اگر کبر اس کا سبب ہے تو اللہ معاف کرے اور اگر ضعف طبیعت ہے تو معذور ہے یا کوئی معتقد یہ کہہ لے کہ لطافت و نظافت ہے۔ نفس کی شرارت تو دیکھئے خود ہی ایک خوب صورت عنوان بھی بتلا دیا۔ کسی بزرگ کے سامنے کا بچا ہوا بھی مجھ سے نہیں کھایا پیا جاتا۔ میں کیا کروں طبیعت متلاتی ہے اسی لئے میں خود جو کھانا کھاتا ہوں تو بالالتزام اسی طرح کھاتا ہوں② کہ دیکھنے والے کبھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ کسی

---

① لوٹے میں ② کھاتے وقت پلیٹ صاف کرنے کا اہتمام کرتے تھے کہ اس میں جو بچ جائے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کسی کے سامنے کا بچا ہوا ہے

کے سامنے کا کھایا ہوا ہے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بس اتنا ہی نکالا گیا ہے۔

اس قدر صاف کر کر کے اور ترتیب کے ساتھ کھاتا ہوں کہ کسی کو دیکھ کر نفرت نہیں ہوسکتی۔ میں اور بھی لوگوں کو کھاتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف آلودہ① کر دیتے ہیں جس کو دیکھ کر گھن آنے لگتی ہے اور پانی میں یہ وہم ہوتا ہے کہ یہاں منہ لگا ہوگا یہاں تھوک لگا ہوگا۔ بس مجھ سے تو کسی کا نہ جھوٹا پانی پیا جائے نہ جھوٹا کھانا کھایا جائے۔ ہاں کسی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لینے سے نفرت نہیں ہوتی۔ اب میں اپنی اس طبیعت کو کیسے بدل دوں۔ میں نے تو کبھی بزرگوں کا بھی جھوٹا کھانا نہیں کھایا نہ کبھی جھوٹا پانی پیا الا نادراً مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی برکت سے محروم نہیں رکھا ان کے ہاں سچی چیزیں ہی اتنی تھیں کہ ان کی برکت ہی کافی ہوگئی جھوٹی چیزوں کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ بس سچی ہی چیزیں حصول برکت کے لئے کافی تھیں۔ خیر یہ تو نکتہ شاعرانہ ہے۔ شاعروں کی خاطر سے بیان کر دیا ہے ورنہ دراصل بزرگوں کے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جس کو جھوٹا کہہ سکیں اور جس کو جھوٹا کہتے ہیں وہ بھی سچی ہی چیز ہے اس میں بھی سچ مچ برکت ہے۔ تو غرض یہ حکایت تو کرہاً کی تھی جو مجھ کو پیش آئی اور اس پر بھی حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ گو طبعاً کراہت ہوئی مگر الحمد للہ عقلاً اس کو نہایت خوشی کے ساتھ گوارا کیا۔ یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی توفیق تھی۔

حق پرستی

اب دوسری حکایت طوعاً کی عرض کرتا ہوں۔ مولوی جمال الدین صاحب بھوپال میں مدارالمہام تھے گویا وزیر ریاست تھے۔ وزارت اس وقت تو ضابطہ ہی کی رہ گئی ہے۔ اس زمانہ میں تو واقعی سلطنت تھی۔ کیونکہ پہلے اتنے ضابطے نہ تھے اور پھر خود ایک بڑی رئیسہ نے ان سے نکاح بھی کر لیا تھا۔ غرض ان کا بہت بڑا مرتبہ تھا مگر تھے بڑے حق پرست۔ یہاں تک کہ وہ رئیسہ بوجہ انتظامات ریاست کے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ ایک دفعہ مسجد میں نماز پڑھنے گئے مولوی جمال الدین عالم تو تھے ہی۔ نماز پڑھانے کے لئے لوگوں نے آگے کھڑا کر دیا۔

اتفاق سے ایک ولائتی مولوی صاحب بھی موجود تھے انہوں نے ہاتھ پکڑ کر پیچھے

① برتن میں ہر طرف سالن لگ جاتا ہے۔

ہٹادیا کہ تم نماز نہیں پڑھا سکتے۔ تم اس قابل نہیں اور کوئی پڑھائے مگر مجال کس کی تھی کہ وزیر صاحب کے سامنے اور کوئی پڑھانے کے لئے بڑھے بالخصوص ایسے موقع پر۔ جب کوئی نہ بڑھا تو وہ آپ خود جا کر مصلے پر کھڑے ہو گئے کہ ہم پڑھائیں گے اور یہ کہا کہ تمہاری بیوی پردہ نہیں کرتی۔ اور تم اس کو گوارا کرتے ہو۔ لہٰذا تم دیوث ہو اور دیوث کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ یہ فقہ کا مسئلہ ہے یہ کہا اور اللہ اکبر! وزیر صاحب جماعت میں شریک رہے۔ نماز پڑھ کر بھی کچھ نہیں بولے بلکہ وہیں سے سیدھے پہنچے رئیسہ کے پاس۔ وہ اس وقت اجلاس میں تھیں آپ نے بے دھڑک سب کے سامنے علی الاعلان اس کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارے پردہ نہ کرنے کی وجہ سے میں بدنام ہوا۔ لوگ مجھے دیوث کہتے ہیں اور میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ تم نے مجھے بھی ذلیل کیا۔ یا تو وعدہ کرو کہ میں پردہ میں بیٹھوں گی نہیں تو تین طلاق۔ حق پرستی اور ہمت تو دیکھئے برسر اجلاس یہ کہہ دیا۔ گویا سارا ملک ہاتھ سے دے دینا گوارا کرلیا۔ مگر اول تو حکومت پھر بڑھیا۔ تو مولوی جمال الدین ایسے حق پرست تھے۔

اسلام دوستی

ایک بار ان کے یہاں کوئی تقریب تھی یا جلسہ تھا جس میں کھانا کھلایا جا رہا تھا۔ باوجود اتنے اقتدار کے ان میں تواضع اس درجہ تھی کہ کھانا خود رکھ رہے تھے۔ اسی دوران میں ایک بھنگی آیا اور اس نے کہا میاں سلام! میاں میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں مجھے مسلمان کرلو۔ مدارالمہام صاحب نے سب کام چھوڑ چھاڑ اسے بٹھلایا اور مسلمان کرلیا۔ پھر خدمت گار سے کہا کہ اسے حمام میں لے جا کر غسل کراؤ اور ہمار جوڑا پہنا کر یہاں لاؤ۔ حیرت سب کو ہوئی مگر اسی وقت جوڑا پہنا کر حاضر کر دیا گیا۔ حکم دیا کہ اسے بٹھلاؤ دستر خوان پر۔ دستر خوان پر بڑے بڑے لوگ تھے۔ بڑے بڑے خاں اور بیگ سبھی کھاتے تھے بس لوگوں کی ناکیں چڑھ گئیں۔ منشی جی نے کہا۔ وہ تھے تو مولوی مگر منشی مشہور تھے۔ کہا آپ صاحبان منقبض نہ ہوں① یہ شخص آپ کے ساتھ نہیں کھائے گا۔ اس کے ساتھ میں کھاؤں گا کیونکہ یہ اسی وقت مسلمان ہوا ہے اس وقت اس کی ایسی حالت ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اس وقت اس کے ذمہ ایک بھی گناہ

---

① پریشان نہ ہو

نہیں۔ بالکل پاک اور صاف ۔ یہ اس وقت ایسا پاک اور صاف ہے کہ یہاں ایک شخص بھی اتنا پاک صاف نہیں۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر میں کھاؤں گا۔ ہر ایک کو کہاں یہ دولت نصیب ہوسکتی ہے ۔ یہ دولت تو میں نے اپنے لئے مخصوص کر رکھی ہے تمہاری قسمت کہاں کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانے کا شرف حاصل کرسکو میں تم کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میں اسے تمہارے ساتھ کھانے کے لئے نہیں بٹھلاؤں گا۔ میں خود اس کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤں گا۔تم مت گھبراؤ۔تم الگ کھاؤ میں اپنے برتن میں اس کو شریک کرتا ہوں ۔ یہ کہہ کر کھانا منگوایا اور کہا آؤ بھائی ! ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ۔ اب وہ بچے کہ میں مدارالمہام صاحب کے ساتھ بیٹھ کر کیسے کھالوں مگر انہوں نے زبردستی بٹھالیا کہ بھائی تم اب بھنگی کہاں رہے تم تو اب ہمارے بھائی ہو گئے ۔غرض ایک برتن میں دونوں نے کھانا کھایا۔ واللہ! حکایت تو یہ بڑی مزیدار ہے مگر ذرا عمل کر کے دیکھئے کیسی بدمزہ ہے مگر صرف اولاً بدمزہ ہے اور عمل کے بعد تو واللہ وہ حلاوت ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی مگر صاحب اولاً تو پورا جہاد اور بڑا سخت مجاہدہ ہے۔ یہ انہیں کا حوصلہ تھا ورنہ ایسے شخص کے ساتھ تو بہت ہی برا برتاؤ کرتے ہیں۔

تکبر کی صورت

یہ حالت تکبر کی ہے کہ اسے خطاب بھی کرتے ہیں تو ان الفاظ سے ابے او بھنگی کے۔ ایک عبدالکریم تھا جو ہمارے ہاں مسلمان ہو گیا تھا اس کو لوگ بھنگی کا کر کے پکارتے تھے۔ بعد مسلمان ہو جانے کے بھی لوگ ایسوں کو بھنگی کا اور چمار کا کہنا نہیں چھوڑتے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔مگر خیر یہ بھی غنیمت ہے کہ ’’ کا‘‘ بڑھا دیا۔بھنگی اور چمار نہ کہہ دیا۔بھنگی اور چمار کا ہی کہا کیونکہ آخر اس کا باپ تو بھنگی ہی تھا مگر یہ زیادہ خوشی کی بات اس لئے نہیں کہ محاورہ میں یہ اضافت مضاف مضاف الیہ میں تغایر کے لئے نہیں آتی بلکہ تحسین کلام کے لئے بطور زائد کے لائی جاتی ہے جیسے’’ را‘‘ ہے تو اضافت کے لئے موضوع مگر اکثر تحسین کلام کیلئے زائد بولا جاتا ہے اور یہ کیونکر معلوم ہوا۔

یوں معلوم ہوا کہ یہیں تھانہ بھون میں ایک سید تھے مگر تھے بیچارے غریب ! انہوں نے اپنے یہاں ایک بہلی ① کر لی تھی۔ غریب آدمی بے چارے کرایہ پر بسر

① بیل گاڑی کرایہ پر چلاتے تھے

اوقات کرتے تھے۔ شریف آدمی، ذات کے سید۔ مگر اللہ بچاوے مفلسی بھی عجب چیز ہے سب کچھ کرا لیتی ہے وہ کہنے لگے کہ میں ایک گاؤں میں اپنی بہلی کرایہ پر لے گیا وہاں رات کو ٹھہرانا پڑا۔ اول تو سب سے زیادہ ذلیل جگہ مجھے ٹھہرایا۔ مجھے اس قدر پیچ و تاب کہ بس! کھا جاؤں کچوں کو۔ مگر کہا کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر کرتے ہوئے بھی شرم آئی کہ میں سید ہوں بس اندر ہی اندر اونٹ کر رہ گیا۔ اتنے میں مکان والے کے لڑکے نے آواز دی کہ او بہلبان① کے! بھس لے لے۔ کہنے لگے کہ میں جلا ہوا تو بیٹھا ہی تھا۔ یہ سن کر بس آگ ہی تو لگ گئی۔ میں نے کہا بے گدھے یہ تو نے کیا کہا کہ بہلبان کے! ارے اگر ہم بہلی چلانے لگے ہیں تو کیا ہمارے باوا② بھی بہلبان ہو گئے بھس لے لے، بھس لے لے۔ جا ہم بھس نہیں لیتے تیری بھی ایسی تیسی اور تیرے بھس کی بھی ایسی تیسی۔ کہنے لگے میں نے اسی وقت قسم خدا کی کھالی کہ گھر پہنچتے ہی چھوڑوں گا اس کمبخت پیشہ کو۔ چنانچہ آتے ہی بہلی اور بیل بیچ ڈالے۔ تو میر صاحب کا ذہن خواہ مخواہ اس طرف گیا کہ یہاں اضافہ مقصود ہے واقع میں اس لڑکے سے پوچھو اس کا مطلب یہ نہ تھا اھل البیت ادریٰ بما فیہ③ کے ''کا'' لفظ تو برائے بیت ہی تھا۔ جیسے ایک میاں جی سکندر نامہ پڑھا رہے تھے جب یہ شعر آیا'' بزرگا بزرگی وہا بیکسم'' تو اس کا مطلب اس طرح بیان کیا۔ بزرگا یعنی بزرگا۔ بزرگی یعنی بزرگی ۔ وہا کے معنی لغت میں دیکھ کر بتائیں۔ بیکسم برائے بیت ہے آگے چل بھائی۔ تو غرض کا جو ہے یہ برائے بیت ہے لوگ اتنا حقیر سمجھتے ہیں کہ ان کا مقصود اس پکارنے سے کہ او بھنگی کے یہی ہے کہ او بھنگی۔ یعنی تو ایسی ذلیل قوم سے ہے اور صاحب اب بھی ایسے متکبر لوگ موجود ہیں۔

اپنے ایک عزیز ہی کا نہایت افسوسناک واقعہ ہے وہ ایک دوسرے قصبہ کے رہنے والے۔ ہمارا یہ قصبہ بڑا متکبر مشہور ہے مگر جہاں تک میں دیکھتا ہوں۔ یہاں تکبر اتنا نہیں البتہ تیزی ہے۔ اور قصبات میں بہت تکبر ہے۔ چنانچہ یہاں سے ایک قصبہ میں جہاں وہ عزیز رہتے ہیں ہمارا ایک طالب علم کسی اپنے کام کو گیا وہ نومسلم ہے۔ وہ چمار کا لڑکا تھا۔ مسلمان ہو گیا ہے۔ وہاں جا کر اس عزیز کو معلوم ہوا کہ یہ پہلے چمار تھا پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ کہا قرآن مجید! یہ سن کر انہوں نے اسے بہت گالیاں دیں اور کہا خبردار! ابے چمار کے جوتو

① بیل گاڑی چلانے والے کے بچے ② ابا بھی بیل گاڑی چلانے والے بن گئے ③ گھر والا جانتا ہے گھر میں کیا ہے۔

نے قرآن پڑھا تو اور قرآن کا پڑھنا۔ اب کہیں تو پٹے گا تو نہیں۔ تو یہ انہوں نے جناب نصیحت کی۔ بھلا کتنی دلیری اور گستاخی کی بات ہے میں نے کہا خدا تعالیٰ کافر کو چاہیں تو مومن کردیں اور مومن کو چاہیں تو نعوذ باللہ کافر کردیں اس کی قدرت سے ڈرنا چاہیے۔

قدرت کا کرشمہ

اس کی وہ قدرت ہے۔

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو　　　لاوے بت خانہ سے وہ صدیق کو

یہ گلزار ابراہیمؑ کا شعر ہے یہاں صدیق سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ''إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ''① وہ بت خانہ سے کعبہ میں آئے بت خانہ کیا؟ آذر کی آغوش! یا کسی بت خانہ میں پیدا ہوئے ہوں یا پرورش پائی ہو۔ مجھے تاریخ کی تحقیق نہیں۔ مگر آذر کا آغوش② بت خانہ تو تھا ہی۔ بلکہ اس کے سامنے بت خانہ کی بھی کیا حقیقت تھی۔ سینکڑوں بت خانے اس آغوش اور اس بازو ہی سے تو وجود میں آگئے۔ بت خانہ تو کیا چیز ہے وہ تو بت گر تھا مگر خدا تعالیٰ کی وہ قدرت ہے کہ اس بت خانہ میں صدیق کو پیدا کردیا۔

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

کعبہ سے مراد مکہ ہے شعراء وغیرہ سارے شہر کو کعبہ کہہ دیتے ہیں کیونکہ کعبہ ہی کی وجہ سے تو وہ شہر ہوا ہے اور زندیق سے مراد ابوجہل ہے یعنی مکہ میں ابوجہل جیسے کافر اکفر کو پیدا کردیا۔ اسی کو فرماتے ہیں۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم　　　ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست③

کیا ملیا میٹ کیا ہے تکبر کو فرماتے ہیں کہ جن میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پیدا کردیا۔ یہاں گمان بھی نہ تھا کہ ایسا بڑا شخص پیدا ہوگا کسی کو خبر نہ تھی کہ یہاں بلال رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے جو محبوب اور مقبول ہوں گے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے کہ جو خدا کے محبوب ہیں اور ان کا اتنا بڑا درجہ ہوگا کہ ان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمائیں گے کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! تم کون سا عمل کرتے ہو کہ جب میں شب معراج میں سیر کرتا

---

① ''بیشک وہ سراپا صدق نبی تھے'' ② گود ③ ''حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بصرہ سے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حبش سے اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو روم سے جذب فرمایا اور خاک مکہ فکریہ سے ابوجہل پیدا ہو یہ کس قدر عجیب قدرت ہے اور عجیب تصوف ہے''

ہوا جنت میں پہنچا تو میں نے اپنے آگے آگے تمہاری جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنی۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نعوذ باللہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ گئے۔ نہیں! بلکہ آگے آگے جو جا رہے تھے خادم کی حیثیت سے جا رہے تھے صورتاً آگے تھے معنی آگے نہ تھے جیسے ارجاع الضمیر قبیل الذکر ہوتا ہے کہ وہاں گو مرجع موخر ہے ذکراً لیکن رتبۃً مقدم ہے تو بھائی نحو میں تائید بھی اس کی موجود ہے اور دنیا میں بھی تو بہت سے امراء ایسے ہوتے ہیں جن کے آگے آگے خادم چلتے ہیں۔ اسی طرح حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنت میں گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل رہے تھے مگر تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہی لیکن یہ رتبہ کیا کچھ کم ہے کہ خادم کی وہ قسم بنے جو مخدوم کے آگے آگے چلتی ہے۔

تو بھلا یہ کسی کو خبر تھی کہ حبشہ میں دو کالے کلوٹے لوگوں کے درمیان ایک اس درجہ کا شخص پیدا ہو جائے گا اور کس کو خبر تھی کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ دار النصاریٰ میں پیدا ہوں گے۔ بھلا کوئی سمجھ سکتا تھا کہ

حسنؒ ز بصریؒ بلال از حبش صہیبؓ از روم ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست ①

حسن تو بصرہ میں پیدا ہوں اور بلال رضی اللہ عنہ حبش میں اور صہیب روم میں اور مکہ کی خاک میں کون پیدا ہوا ابوجہل! ہاں تو حضرت خدا سے ڈرنا چاہیے۔ اپنے ایمان پر بھی مغرور نہ ہونا چاہیے اور کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را

ہائے خوب ہی تعلیم ہے۔

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را در سنگلاخ بادیہ پیا بریدہ اند ②

اور

نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش ناگہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند ③

① ”حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو بصرہ سے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حبش سے اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو روم سے جذب فرمایا اور خاک مکہ مکرمہ سے ابوجہل پیدا ہو یہ کس قدر عجیب قدرت ہے اور عجیب تصرف ہے“ ② ”غفلت سے مت چل کہ حق تعالیٰ کے راستے کے شیران طریق بڑے بڑے مجاہدات سے سلوک کو طے کیا ہے“ ③ ”اس راہ میں نا امید مت ہوتا کہ بہت سے رندان بادہ خوار یعنی گناہگار ایک آہ اور ایک نالہ سے منزل کو بطریق جذب طے کر لیتے ہیں“

خدا کا مقابلہ

واقعی ”رندان بادہ نوش ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند“ یہ ہوا بھی ہے۔ منشی محمد جان مارہرہ کے جو کانپور میں رہتے تھے خود مجھ سے ایک حکایت بیان کرتے تھے کہ مارہرہ میں ایک آزاد مشرب شخص تھا۔ کوئی عیب دنیا کا نہ تھا جو اس میں موجود نہ ہو۔ لوگ اس کی شرارتوں پر جب اسے نصیحتیں کرتے کہ بھائی خدا سے ڈرو تو وہ یہی کہہ دیتا کہ میاں تمہیں کیا۔ ہم جانیں اور ہمارے اللہ میاں جانے گویا ناز تھا اس کو حق تعالیٰ کی رحمت پر۔ بس حضرت لوگ تو سمجھاتے سمجھاتے مایوس ہو گئے کہ اب اس کی اصلاح نہ ہو گی لیکن ایک دن دفعتاً اس کے منہ سے یہ نکلا کہ خدا جانے میرا حال کیا ہوگا بس یہ کہتے ہی اس پر ایک حالت طاری ہوگئی۔ خدا جانے میرا کیا حال ہوگا۔ یہ تو بولا پھر بولنا بھی چھٹا۔ کھانا پینا بھی چھٹا۔ عیش آرام بھی چھٹا۔ بس نماز کے وقت تو نماز پڑھ لیتا۔ پھر سواء رونے کے اسے اور کوئی کام نہ تھا۔ اس کے رونے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کلیجہ باہر نکل پڑے گا۔ ہر چند لوگ تسلی دیتے تھے مگر کسی طرح صبر ہی نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں تیسرے دن انتقال کیا۔ کوئی شک کرسکتا ہے اس شخص کے شہید ہونے میں تو اب دیکھئے یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش ناگہ بیک خروش بہ منزل رسیدہ اند①

تو کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بھنگی ہے، یہ چمار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہیچ کافر را بخواری منگرید کہ مسلمان بودنش باشد امید②

کسی کافر کو بھی ذلیل نہ سمجھنا چاہیے کہ شاید مسلمان ہو جائے نہ کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی ذلیل سمجھا جائے کہ یہ تو نعوذ باللہ! خدا کا مقابلہ ہے۔ خدا جانے آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اور ہماری قسمت میں کیا لکھا ہے۔ تو ان منشی جمال الدین کی حکایت میں نے بیان کی تھی اس نومسلم کے اس قول پر کہ اسلام میں توحید بہت کامل ہے تو اس نے مجھ سے یہ کہا کہ چونکہ مسلمانوں کی خاصیت توحید ہے اس لئے اب میں ان سے جدا نہ ہوں گا۔ اب میں اسلام کو نہ چھوڑوں گا خیر! اس سے مجھے تسلی ہوئی۔

---

① ”اس راہ میں ناامید مت ہونا کہ بہت سے رندان بادہ خوار یعنی گناہگار ایک آہ اور ایک نالہ سے منزل کو بطریق جذب طے کر لیتے ہیں“ ② ”کسی کافر کو ذلت کی نظر سے مت دیکھنا کیونکہ ابھی ممکن ہے کہ وہ کسی وقت میں اسلام قبول کر کے حسن خاتمہ سے مشرف ہو جائے“

اخبار الجامعۃ

ماہ دسمبر 2024 / جنوری 2025ء

حضرت مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی (مدظلہ) مہتمم جامعہ ہٰذا

❁ 21 دسمبر: : قاری غلام یٰسین صاحب کے مدرسہ چوبرجی میں تقریب آمین میں قرآن کریم حفظ کرنے والے طلباء کو آخری سبق کہلوایا پھر بعد نماز ظہر کامران بلاک جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور میں اساتذۂ حفظ کی تربیتی نشست میں تدریس حفظ کے موضوع پر راہنمائی فرمائی۔

❁ 23 دسمبر: دار الفلاح مصطفٰے ٹاؤن میں 12 طلباء کی تقریب تکمیل قرآن کریم میں شرکت فرما کر طلباء کو انعامات سے نوازا۔

❁ 24 دسمبر: محلہ پیر گیلانیاں لاہور قاری فاروق عباسی صاحب کے ہاں محفل قراءۃ میں تلاوت اور مشائخ قراء کرام سے ملاقات فرمائی۔

❁ 26 دسمبر: اپنے عزیز برخوردار عبد الرافع کی تقریب نکاح میں شرکت فرمائی۔

❁ 27 دسمبر: سبحان شادی ہال مصطفٰے ٹاؤن میں نمرہ مسجد کے استاذ مولانا قاری زاہد رشید کے بیٹے کی تکمیل قرآن کی تقریب میں شرکت کی۔

❁ 28 دسمبر: بنات کے مدرسہ جامعہ مفتوحہ للمسلمات اعوان ٹاؤن لاہور میں طالبات کی تکمیل قرآن کریم کی مجلس میں آخری سبق کے بعد خصوصی خطاب فرمایا۔

❁ 29 دسمبر: باگڑیاں ٹاؤن شپ لاہور قاری سعید اللہ جاجوم کے ہاں حفظ مکمل کرنے والے طلباء کو آخری سبق کہلوا کر بعد تلاوت قرآن اور خصوصی خطاب فرمایا۔

❁ 4 جنوری: دن 11 بجے بیت النور PIA سوسائٹی لاہور تقریب تکمیل بخاری شریف میں تلاوت فرمائی بعد نماز عصر جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور تقریب تکمیل بخاری شریف میں تلاوت فرمائی۔ بعد نماز مغرب جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور تقریب تکمیل بخاری شریف میں تلاوت فرمائی۔

❁ 8 جنوری: جامعہ عثمانیہ پشاور میں طلباء قراءات سبعہ وثلٰثہ کے کا امتحان لیا

❁ بعد نماز ظہر مسابقہ حفظ القرآن الکریم کی ججمنٹ فرما کر کامیاب طلباء کو انعام سے نوازا۔

❁ 9 جنوری: بابوزئی مردان مسابقہ حفظ القرآن کی ججمنٹ فرمائی۔

❁ 10 جنوری: کانجو سوات مدرسہ تعلیم القرآن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

❁ 11 جنوری: ادارۃ المعارف راولپنڈی مسابقہ حفظ کی ججمنٹ فرمائی۔

❁ 12 جنوری: دن کو معہد الخلیل کراچی تقریب تکمیل حفظ بعد مغرب تکمیل بخاری شریف میں تلاوت قرآن کریم فرمائی۔

❁ 13 جنوری: جامعہ دارالعلوم کراچی طلباء تخصص فی علوم القراءات وطلباء قراءات سبعہ وثلثہ واساتذہ تجوید وقراءات سے علمی وتحقیق موضوعات پر تفصیلی راہنمائی فرمائی۔

❁ 14 جنوری: الفتح مسجد گلبرگ عالمی محفل قراءۃ میں تلاوت قرآن کریم فرمائی۔

❁ 15 جنوری: جامع مسجد رضا بلاک شاخ دار العلوم الاسلامیہ لاہور تقریب تکمیل قرآن کریم میں تلاوت و بیان کے بعد مسابقہ حفظ کے پوزیشن ہولڈرز طلباء کو انعامات سے نوازا۔

❁ 16 جنوی: جامعہ ہذا کے زیر اہتمام لاہور کی سطح پر 25 سال عمر تک قراء کے مابین مسابقہ حسن قراءۃ کے پہلے مرحلہ آن لائن سے منتخب 16 قراء کرام کے مابین مسابقہ کا حتمی مرحلہ، بالمشافہ جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور ہوا ججمنٹ کے فرائض مولانا قاری مومن شاہ صاحب استاذ التجوید جامعہ اشرفیہ لاہور، قاری نجم الصبیح تھانوی صاحب استاذ التجوید القرآن موتی بازار لاہور، مولانا ڈاکٹر قاری رشید احمد تھانوی رئیس قسم القراءات جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور نے انجام دیئے۔

اول انعام شیلڈ و 50 ہزار نقد کے مستحق محمد لقمان مدرسہ عربیہ حسن ٹاؤن، **دوم** انعام شیلڈ و 30 ہزار نقد کے مستحق امجد اسلام تجوید القرآن موتی بازار، **سوم** انعام شیلڈ و 20 ہزار نقد کے مستحق محمد داؤد انوار القرآن نشاط کالونی قرار پائے دیگر 13 قراء کو بھی بدست ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی مہتمم جامعہ و ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی نائب مہتمم جامعہ ہٰذا کے یادگاری شیلڈ سے نوازا گیا۔

۞ 18 جنوری: جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور سالانہ تقریب تکمیل بخاری شریف منعقد ہوئی 37 حفظ 48 ناظرہ کل 85 طلباء ناظرہ و حفظ مکمل کرنے والے جن کو آخری سبق حضرت مہتمم صاحب نے کہلوایا پھر روایت حفص ؒ و قراءات سبعہ و ثلثہ مکمل کرنے والے طلبا کی کتب قراءات کی تکمیل فرمائی اور جامعہ کے طلباء ناظرہ و حفظ و درس نظامی و عصری تعلیم و دیگر تعلیمی شعبہ جات میں نمایاں کارکردگی کے حامل طلباء کو قیمتی کتب انعامات میں پیش کی گئیں۔

اساتذہ حدیث میں مولانا ڈاکٹر محمد اشرف علی فاروقی، مولانا منظور احمد، مولانا نذیر احمد، مولانا مفتی مبشر نظامی، مولانا ڈاکٹر محمد سعد صدیقی دامت برکاتہم العالیہ نے صحاح ستہ میں سے متعلقہ کتب کا آخری سبق سن کر تکمیل فرمائی اور آخر میں بخاری شریف کا آخری سبق نائب مہتمم جامعہ مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی زید مجدہٗ نے باب ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ۔ پر مفصل کلام فرما کر سبق مکمل فرماتے ہوئے تعلیمی سال کا اختتام فرمایا اور 46 فضلاء دورہ حدیث کو ادارہ اشرف التحقیق جامعہ ھذا کی طرف سے 11 جلدوں پر مشتمل ''تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری'' ضخیم و قیمتی کتب کا سیٹ پیش خدمت فرمایا۔

آخر میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے مولانا عبد اللہ روحانی و مولانا حمزہ آصف دورہ حدیث کے دو طلباء کا نکاح پڑھا کہ دعاء سے تقریب کا اختتام فرمایا۔

۞ 19 جنوری: حضرت مہتمم صاحب مدظلہ و حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ نے تقریب تکمیل بخاری شریف جامعہ اشرفیہ لاہور شرکت فرما کر شیخ الاسلام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ سے ملاقات اور مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ ان کی صحت یابی کی خصوصی دعاء فرمائی۔

۞ 20 جنوری: حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے آس اکیڈمی لاہور میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ و مسئولین وفاق پنجاب کے اجلاس میں شرکت فرمائی جسمیں عمومی طور پر گذشتہ کارکردگی پر نظر فرما کر آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دیا گیا۔